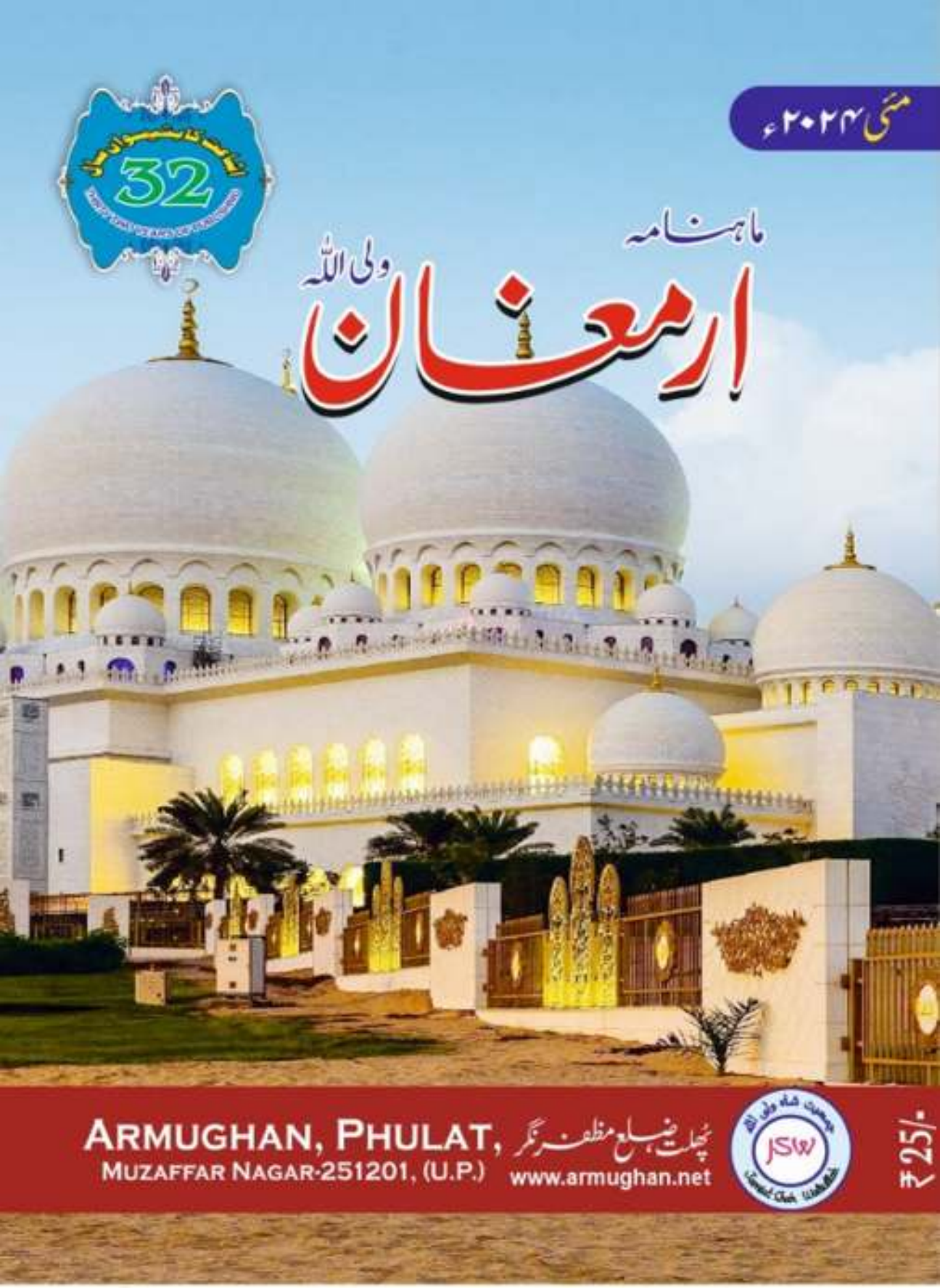

مئی ۲۰۲۴ء

32

ماہنامہ

ارمغان ولی اللہ

ARMUGHAN, PHULAT, پھلت ضلع مظفر نگر

MUZAFFAR NAGAR-251201, (U.P.)

www.armughan.net

₹25/-

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۳۲ شمارہ ۵ مئی ۲۰۲۴ء مطابق شوّال ۱۴۴۵ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاہر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ھارون مظاہری

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں
ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفرنگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

مدیر

وصی سلیمان ندوی

پتہ

دفتر ارمغان

پُھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-9528157838

9548893624 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.net

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

مشیر اعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

زرتعاون

❖ فی شمارہ 30 روپے ❖ سالانہ 300 روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500 روپے

❖ اعزازی تعاون 1000 روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30 امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ 8000 روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر **محمد ادریس قریشی** نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھُلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا

(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ) تعلیم ہے امراض ملت کی دوا	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	روزگار کا نبوی حل	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	طاقت ور مومن	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۰
☆	امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ	حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی	۱۴
☆	جب ایمان والوں کو گھیرا جاتا ہے	مولانا اعجاز ثاقب عمری بنگلور	۱۹
☆	غزل	جناب امیر مینائی مرحوم	۲۰
☆	پروفیسر یاسین مظہر صدیقی سے ایک ملاقات	رانا محمد آصف	۲۱
☆	روشن آراء بیگم	مولانا محمد اسحاق بھٹی	۲۹
☆	وقف اور اس کی تاریخی اہمیت	جناب محمد علم اللہ	۳۱
☆	نوجوان طلباء سے چند گذارشات	مولانا سید اُنیس احمد ندوی	۳۴
☆	مطالعہ کے حوالے سے رہنما نکات	ترجمہ: نایاب حسن قاسمی	۳۶
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس قریشی ولی اللہی	۳۸
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **مئی** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

اس دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا

علم اور تعلیم کی اہمیت کے لئے چند اکابر، اور مشاہیر کے اقوال زریں درج کئے جاتے ہیں، جن سے اس موضوع کو سمجھنا آسان، اور اس کی اہمیت ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ سرور کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

روئے زمین پر علماء ان ستاروں کی طرح ہیں جن کے ذریعے بحر و بر کے اندھیروں میں راہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ ستارے غروب ہو جائیں تو مسافروں کے بھٹکنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، 3 / 157، الحدیث رقم، 12621)

جو آدمی طلب علم میں کوئی راستہ طے کرے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلائے گا اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے حصول کے لئے اس کے پاؤں تلے اپنے پر بچھاتے ہیں، عالم کے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی مغفرت طلب کرتی ہیں، عابد پر عالم کی فضیلت ایسے ہے جیسے چودھویں رات کا چاند ستاروں سے افضل ہے، علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ بے شک انبیاء کرام کی وراثت درہم، دینار نہیں ہوتے، بلکہ ان کی میراث علم ہے۔ پس جس نے اسے پایا اسے بہت بڑا حصہ مل گیا۔ (ترمذی، السنن، کتاب العلم بحسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادات 5 / 48 رقم: 2682)

جو شخص حصول علم کے لئے نکلا وہ اس وقت تک اللہ کی راہ میں ہے جب تک لوٹ نہیں آتا۔ (ترمذی، الحدیث رقم 2647)

حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں: علم کے سبب کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا لیکن مال کے سبب بہت سے لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کا فرمان ہے: جس نے مجھے ایک لفظ سکھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنایا۔ زیادہ علم والوں سے علم سیکھ اور کم علم والوں کو علم سکھا۔ جس نے علم پڑھ کر بھلایا، وہ بدنصیب ہے۔ (حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ)

جیسے وضو سے مقصود طہارت ہے اسی طرح علم سے مقصود عمل ہے۔ (حضرت محمود نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ)

علم نورِ خدا بھی ہے اس کا حصول آسان ہو یا مشکل ہر صورت حاصل کرو۔ (خواجہ شرف الدین ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

علم حاصل کرو اور ظلمت دور کرو یہی سب سے بڑا صدقہ جاریہ ہے۔ (حضرت شیخ محمود راجن رحمۃ اللہ علیہ)

علم کا مطالعہ پابندی سے کرنا چاہئے اور یہ کوشش ہونی چاہئے کہ آدمی ہمیشہ علم میں مشغول رہے۔ (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

ہر وہ لڑکا جو استاد کی سختی نہیں جھیلتا، اسے زمانے کی سختیاں جھیلنا پڑتی ہیں۔ (شیخ سعدی شیرازی)

علم کی جستجو جس رنگ میں بھی کی جائے عبادت ہی کی ایک شکل ہے۔ (علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

وہ گھر جس میں کتابیں نہیں اس جسم کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو۔ (سقراط)

تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے، جس کے ذریعہ انسان کی مخفی اور فطری صلاحیتوں کو ابھار کر ان سے کام لیا جاتا ہے۔ اس لئے تعلیم ہر ذی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شعور انسان چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، ہر ایک کی بنیادی ضرورت رہی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو انسان اور حیوان میں فرق تعلیم ہی کی بدولت ہے، یہ بات ہم سب تسلیم کرتے ہیں کہ تعلیم ہی کسی قوم یا معاشرے کی ترقی کی ضامن ہوتی ہے اور یہی تعلیم قوموں کی ترقی اور زوال کی وجہ بنتی ہے۔ تعلیم وہ زیور ہے جو انسان کا کردار سنوراتی ہے، اور اسے مصاف زندگی میں اپنا مثبت کردار ادا کرنے کے لائق بناتی ہے۔ دنیا میں ہر چیز بانٹنے سے گھٹتی ہے مگر تعلیم ایسی دولت ہے جو بانٹنے اور خرچ کرنے سے گھٹتی نہیں بلکہ بڑھ جاتی ہے۔ اسلام میں تعلیم کے حصول کو فرض کا درجہ دے کر اس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اسلام کی سب سے پہلی تعلیم اور قرآن پاک کی پہلی آیت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمائی وہ علم ہی سے متعلق ہے۔

تعلیم کے بہت سے فائدے ہیں، اس کے ذریعہ انسان اپنے آپ کو اور اپنے وجود کو پہچانتا ہے، جسے اقبال کی اصطلاح میں خودی کہا جاتا ہے۔ تعلیم کے ذریعہ ہی انسان اپنے خالق کو پہچانتا ہے، تو اس کی بخشی ہوئی نعمتوں پر شکر کرتا ہے، اس وسیع کائنات سے متاثر ہوتا ہے تو اسکے خالق کی بڑائی بیان کرتا ہے۔ تعلیم کے ذریعہ انسان میں حق اور ناحق کی تمیز پیدا ہوتی ہے، جائز اور ناجائز کی پہچان ہوتی ہے، اور زندگی کے سفر میں کیا کرنا ہے، اور کیا نہیں کرنا ہے اس کا علم حاصل ہوتا ہے، تعلیم سے مسائل کا حل ڈھونڈا جاتا ہے، مشکلات سے باہر آنے کی سبیل پیدا ہوتی ہے، دشواریوں کو آسان کرنے کا ہنر ملتا ہے۔

تعلیم کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ کسی بھی ملک میں پرامن ماحول قائم ہوتا ہے، امن وسکون کی فضا بنتی ہے، بشرطے کہ تعلیم صحیح بنیادوں پر مہیا کی جائے۔ اور پرامن ماحول، دعوت وتبلیغ اور تجارت وحرفت اور دوسرے بہت سے کاموں کی بنیادی ضرورت ہے، پرامن ماحول سے ملک اور قوم کی ترقی کے امکانات بڑھتے ہیں، اور زندگی میں آسانیاں اور سہولیات پیدا ہوتی ہیں۔

تعلیم ہر دور کی ضرورت رہی ہے، مگر آج کے زمانہ میں اس کی اہمیت پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ آج کا دور سائنس اور ٹکنالوجی کا ہے، ہر جگہ انٹرنیٹ اور مصنوعی ذہانت کا بول بالا ہے، آج اگر کوئی اَن پڑھ ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس کا جینا اور مرنا ایک جیسا ہے، اس لئے کہ بے شعوری کی زندگی کوئی زندگی نہیں ہے۔ آج چھوٹے سے چھوٹے کام کام کے لئے علم کی ضرورت ہے، یہاں تک کہ جھاڑو لگانے اور صفائی ستھرائی کے عمل کے لئے بھی علم کی ضرورت پڑتی ہے، اس کام کے لئے جو الیکٹرانک مشینیں استعمال ہوتی ہیں، جن کو بغیر علم کے چلانا ممکن نہیں۔ آن لائن نظام تعلیم نے اب ہر کسی کو تعلیم کے فوائد سے روشناس کرادیا ہے۔ اب روبوٹ انسان کا کام کرتے ہیں، آنے والے دور میں انسان کی جگہ مصنوعی ذہانت والے روبوٹ لے لیں گے، اور ان کے درمیان زندگی گذارنے کے لئے بہر حال علم کی ضرورت پڑے گی۔ آج ہر جانب یہ شور ہے کہ پوری دنیا ڈیجیٹل ورلڈ بننے جارہی ہے، تو اس میں اپنی جگہ بنانے کے لئے بھی تعلیم کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے۔

مسلمانوں کے لئے تو اس کے دین ومذہب کی خاص ہدایت ہے کہ وہ حصول علم کے تمام راستے اختیار کریں، اور مفید علم کی تمام شاخوں میں قائدانہ شرکت کریں، پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے تعلیم وتربیت میں معراج حاصل کرکے دین ودنیا میں سربلندی اور ترقی حاصل کی تھی، اور دنیا کی قیادت وامامت کے منصب پر فائز رہے تھے۔ لیکن بعد کے دور میں جب مسلمان علم اور تعلیم سے دور ہوئے تو وہ بحیثیت قوم اپنی شناخت کھو بیٹھے۔ اور نکبت وادبار، اور قعر مذلت میں گرتے چلے گئے۔ اقبال نے درست کہا تھا اُ

اس دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا ہے خون فاسد کے لئے تعلیم مثل نیشتر

وصی سلیمان ندوی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

روزگار کا نبوی حل

ہر مرض کی دوا ہے صلِّ علیٰ محمدؐ

مولانا محمد کلیم صدّیقی

روزگار کا نبوی حل

روزگار کا مسئلہ آج کے انسان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اور اس حد تک یہ انسان کے ذہن پر سوار ہے کہ ایسا لگتا ہے گویا انسان کو اسی مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کاش اس سلسلہ میں بھی ہم درِ حبیب ﷺ سے رہنمائی حاصل کرتے اور انسانیت کو اس سے روشناس کراتے تو یہ مسئلہ ہمارے لئے آج اتنا بڑا مسئلہ نہ ہوتا۔

اس سلسلہ میں سب سے بڑی نعمت تو تقدیر پر ایمان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

الرزق مقسوم والحریص محروم (بهجة المجالس: ص ۲۸)

رزق تقسیم کیا جا چکا ہے، اور زیادہ لالچ کرنے والا محروم ہے

اللہ کے نبی ﷺ کا ایک فرمان ہے:

''کہ بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور ابھی اس میں روح بھی نہیں ڈالی گئی ہے اس حال میں اس کا رزق اس کی عمر اور اس کی موت کا بہانہ لکھ دیا جاتا ہے۔''

بعد میں اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔ اور اسلام کی اصطلاح میں رزق زندگی میں کام آنے والی ہر چیز کو کہتے ہیں۔ غرض یہ کہ انسان زندگی میں کتنا اناج کھائے گا، کتنا پانی پیئے گا۔ کتنی دوا کھائے گا، کتنی ہوا کھائے گا۔ کتنا بینک بیلنس ہوگا۔ کتنے بڑے مکان کا مالک ہوگا۔ اور کتنی جائیداد اس کی ملکیت میں ہوگی، یہ سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔ انسان کو اس کا اختیار ہی نہیں کہ رزق میں کمی یا بیشی کرلے، جتنا مقدر میں لکھا ہوا ہے، انسان اپنی کوشش محنت، چالاکی یا صلاحیت سے اس میں ایک پیسے کا بھی اضافہ نہیں کرسکتا۔

آج مادّیت کی طلب اور مزید کی ہوس انسان پر بھوت کی طرح سوار ہے اور اس کو گدھے کی طرح پیٹ کا بندہ بنائے ہوئے ہے، انسان اگر تقدیر پر ایمان لے آئے تو اور اور کی فکر سے اس کو نجات مل جائے گی، اور وہ سمجھ لے گا کہ انسان کو اس کا مکلّف ہی نہیں بنایا گیا ہے کہ وہ روزگار کی زیادتی کی فکر کرے۔ اور نہ یہ بات اس کے اختیار میں ہے۔

پوری دنیا کے انسان صرف 'تقدیر پر ایمان کی اس نبوی رہنمائی' اور تقدیر پر ایمان کی حقیقت کو نہ سمجھنے، یا اس پر یقین نہ کرنے کی وجہ سے اپنی زندگی کو دوزخ بنائے جاتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے تقدیر پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ جو رزق، پیسہ، مال یا اسباب، میری تقدیر میں ہے، وہ مجھ کو مل کر ہی رہے گا، خواہ پوری دنیا کے ڈاکو، لٹیرے دھوکے باز، ٹھگ اور ساری طاقتیں اور حکومتیں مل کر مجھ سے میرے مقدر کا ایک دانہ یا ایک پیسہ چھیننا چاہیں تو ہرگز ہرگز میرے مقدر کا رزق چھین نہیں سکتیں، اور جو رزق، دانہ، سامان یا اسباب میرے مقدر میں نہیں ہے، ساری کائنات کی طاقتیں اور اسباب اور حکومتیں مل کر مجھے دینا چاہیں تو نہیں دے سکتیں، جب یہ یقین دل میں ہوگا تو پھر اور اور کے چکر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میں گدھے کی طرح زندگی کو داؤں پر نہیں لگائے گا۔اور نہ ہی نقصان ہو پائے گا،کوئی دھوکہ دے گا،تو طبیعت پر اس کا افسوس بھی نہیں ہوگا۔

تقدیر پر ایمان کے نقص کی وجہ سے انسان کولہو کے بیل کی طرح دن رات کی پوری زندگی روزگار کی نذر کردیتا ہے، کہ خوب کمالیں پھر آرام سے کھائیں گے،اور پوری زندگی کا آرام صرف اور صرف روزگار اور کمانے کی نذر کردیتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ ہوش عطا فرمائیں،تو ہم **الرزق مقسوم والحریص محروم** کے نبوی فرمان کی حقانیت کا دن رات مشاہدہ کرتے ہیں،کئی بار تاجر،کسان اور دوسرے کام کرنے والے بہت خوشی خوشی اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں کہ اس بار فصل یا تجارت کا سیزن بہت ہی شان دار چل رہا ہے، اچانک کوئی موسمی آفت آجائے،کھیتی میں بیماری آجائے،تجارتی بازار میں ملکی یا عالمی بازار کے حالات کی وجہ سے حالات خراب ہوجاتے ہیں ، اور ساری فصل یا سارا تجارتی سیزن نفع کے بجائے نقصان میں بدل جاتا ہے،اس کے برخلاف کبھی بہت مایوسی کے حال میں اچانک کوئی چڑھاؤ آتا ہے،اور وارے کے نیارے ہوجاتے ہیں ، روزانہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں، جو رزق، جو لقمہ اور جو دانہ ہمارے مقدر میں نہیں ہے، وہ ہمارے ہاتھوں میں آکر بلکہ بعض مرتبہ منھ میں آکر بھی پیٹ میں نہیں پہنچتا۔

قرآن مجید نے کیسی سچی حقیقت بیان کی ہے:

وفی السماء رزقکم وما توعدون،فورب السماء والارض،انه لحق مثل ما أنکم تنطقون. (سورہ الذاریات:۲۲۔۲۳)

آسمانوں میں تمہارا رزق ہے اور وہ سب کچھ،جس کا تیرے سے وعدہ ہے،تو آسمان وزمین کے رب کی قسم ، یہ ایسی برحق بات ہے جیسے تم آپس میں بات کرتے ہو۔

گویا رزق ہماری دست رس میں ہی نہیں ہے،آسمان سے اترے گا،صرف اتنا اور صرف وہ دانہ جو تمہارے مقدر کا ہے،اس کو پہنچانے کا ہمارا وعدہ ہے۔آگے ارشاد ہے:

انه لحق مثل ما انکم تنطقون

یعنی تمہارے مقدر کا رزق اور دانہ پہنچانا ہمارے لئے کوئی حیرت کی ، یا اجنبی یا مشکل بات نہیں ہے، بلکہ ہمارے لئے یہ کام بالکل آسان ہے، جیسے تم روز آنکھوں دیکھی باتوں کا عام زندگی میں تذکرہ کرتے ہو جس کو سن کر کوئی بھی حیرت سے یہ نہیں کہتا کہ کیا واقعی میں ایسا ہوا ہے۔

مقدر کی روزی مل کر رہے گی

ایک بار میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کی مسجد میں اس موضوع پر بات کر رہا تھا کہ رزق مقدر ہے،تو ایک پروفیسر صاحب نے اشکال کیا کہ جب بات یہ ہے کہ رزق مقدر ہے،اور مقدر کا رزق پہنچانے کا اللہ تعالی نے وعدہ کیا ہے تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا چاہئے،تو پھر کیا ضرورت ہے مزدوری اور ملازمت اور محنت کرنے کی،اس حقیر نے عرض کیا کہ حاکم کی طرف سے،یا کسی بڑے کی طرف سے،خود ہمارے مالک اور رازق کی طرف سے اعلان ہو کہ راشن یا حصہ یا کھانا تقسیم کیا جارہا ہے،تو فرماں بردار غلام کو کیا چاہئے،کیا یہ کہ جب مالک کی ذمہ داری ہے تو خود ہی آپ کے روم میں یا گھر میں پہنچادیں گے،سعادت مندی کی بات یہ ہے کہ برتن لے کر حاضر ہوجائے، ہمارے روزگار کی حیثیت بس برتن لے کر حاضر ہونا ہے۔اگر صاف اور پاک برتن لے کر حاضر ہوں گے،تو صاف اور پاک رزق ملے گا،اور گندہ اور ناپاک برتن میں کھانا لیں گے تو رزق بھی گندہ اور ناپاک ہوجائے گا۔بس اس میں سب کی حقیقت برتن لے کر حاضر ہونے کی ہے،اس سے زیادہ کچھ نہیں۔صبح سے شام تک اگر ہم ذرا غور کریں تو ہمیں تقدیر پر ایمان کا شعور نصیب ہوسکتا ہے،ہم روز دیکھتے ہیں کہ جو رزق اور جو دانہ ہمارے مقدر میں نہیں ہیں،وہ لقمہ ہمارے ہاتھ میں آکر ہمارے پیٹ میں نہیں پہنچ پاتا، بلکہ بعض مرتبہ منھ میں جاکر بھی واپس آجاتا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہے،اور جو رزق ہمارے مقدر میں ہے،وہ نہ جانے کیسے بالکل تصوراور امید کے خلاف ہمارے رب ہم تک پہنچاتے ہیں۔

ایک عبرت ناک واقعہ

اس سلسلہ میں میرٹھ کے ایک حاجی صاحب نے اپنا بہت ہی عبرت ناک واقعہ اس حقیر کو سنایا تھا:

''بریانی کھاتے وقت ان کو دھکا لگا،سانس رک گیا، گھر والوں نے گردن سہلائی، پانی پلایا، خدا خدا کر کے سانس آیا، چاول دماغ کی طرف چڑھ سے گئے تھے۔دو تین روز کے بعد ان کو سر بھاری سا محسوس ہونا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ تکلیف بڑھتی گئی، سر میں درد ہونے لگا اور وہ درد روز بروز شدید ہوتا گیا، بہت علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا ڈاکٹروں نے بہت سے ٹیسٹ کرائے، دماغ کی جانچ ہوئی، مگر مرض سمجھ میں نہیں آتا تھا، درد کی شدت سے نیند نہیں آتی تھی، بے خوابی کی وجہ سے پورے جسم پر اثر پڑا، کمزوری بڑھتی گئی اور:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

صحت سے مایوسی ہونی شروع ہوگئی اور کچھ دنوں میں زندگی سے بھی مایوسی ہوگئی، عزیزوں اور شتے داروں کا عیادت کے لیے تانتا بندھنے لگا۔ جمعہ کی نماز میں امام صاحب حج کی فضیلت اور فرضیت پر تقریر کر رہے تھے ان کو خیال ہوا کہ موت قریب ہے حج فرض ہے، چلو حج کرلیں، تاکہ موت کی تیاری ہو۔حج کی درخواست دے دی، نام بھی آگیا، خیال تھا کہ زندگی کا تو بھروسہ نہیں رہا ذرا جلدی چلیں تاکہ حرمین شریفین میں خوب اطمنان سے رہیں اور زندگی بھر کے اپنے گناہوں کی جی بھر کے معافی مانگ لیں ۔اللہ کے فضل سے حجاز مقدس پہنچے۔ جا کر عمرہ کیا زندگی کی تو کوئی امید باقی نہیں رہی تھی، گو اس حال میں بھی صحت کی دعا جاری تھی، کمزوری حد درجہ تھی، بھیڑ میں طواف مشکل تھا اس لئے آہستہ آہستہ بیت اللہ سے ذرا دور خالی جگہ میں طواف کرتے تھے اور ایسے وقت طواف کرتے جب حرم میں بھیڑ کم ہو۔چلچلاتی دھوپ میں ایک روز طواف کر رہے تھے، مطاف بالکل گویا خالی تھا، اچانک ایک چھینک آئی اور چھینک کے ساتھ ناک سے ایک چاول نکل کر مطاف میں گرا، بیت اللہ کی دیوار پر ایک چڑیا بیٹھی ہوئی تھی جو گویا اس چاول کے انتظار میں تھی پھرُ سے آئی اور مطاف سے چاول کا دانا چونچ میں دبا کر پھرُ سے اڑگئی ۔اس چاول کا نکلنا تھا کہ سر بالکل ہلکا ہوگیا اور درد تو گویا تھا ہی نہیں، درد ختم ہوا تو نیند بھی معمول پر آگئی اور بھوک اور ہاضمہ سب شروع ہوگیا اور چین سے واپس میرٹھ آگئے۔

اس واقعہ کو (مضمون لکھتے وقت) آج بیس سال ہوگئے ہیں، حاجی صاحب صحت وعافیت کے ساتھ سلامت ہیں، مگر ہر روز کئی بار یہ سوچتے ہیں کہ اللہ تعالی کیسے رزاق ہیں، چاول کا ایک دانہ حرم پر بیٹھی ہوئی چڑیا تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالی نے کیسا انتظام فرمایا کہ ان کے سر میں دو سال تک اس کو محفوظ رکھا اور ہندوستان کے شہر میرٹھ سے کس طرح اس کو حجاز پہنچایا۔

اس لئے کہ **ومامن دابة فی الارض الا علی الله رزقها** (سورہ ہود:٦)

اور کوئی جانور روئے زمین پر ایسا نہیں جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔

کیسی صحیح بات فرمائی:

وفی السماء رزقکم وما توعدون فورب السماء والارض انه لحق مثل ما انکم تنطقون (الذاریات: ۲۲-۲۳)

قسم ہے آسمان وزمین کے پروردگار کی کہ وہ برحق ہے جیسا تم باتیں کرتے ہو۔اور تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آسمان میں ہے۔

خیال رزق ہے، رزاق کا خیال نہیں

نہ جانے کیوں انسان ایسے پیارے رازق ورزّاق خدا کے وعدۂ رزق پر بھروسہ کرنے کے بجائے بے صبری سے حلال اور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حرام کی تمیز کے بغیر ہوس میں مبتلا رہتا ہے۔

ہمارے اختیار میں صرف یہ ہے کہ ہم اس روزگار کو حرام کرلیں، یا حلال کرلیں۔ انسان کو اس بات کا مکلّف بنایا گیا ہے کہ وہ روزگار کے لئے حلال طریقہ اختیار کرے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

کسبُ الحلال فریضةٌ بعدَ الفرائض (رواہ البیہقی فی شعب الایمان: ۱۹۲۰)

حلال کی طلب فرض ہے، دوسرے فرائض کے بعد

کسب، کم سے کم وقت میں بقدرِ ضرورت حاصل کرنے کو کہتے ہیں، افسوس ہے کہ ہم نے کسب کو ایک شغل بنالیا ہے یعنی پوری زندگی کو روزگار کے لئے کھپا کر رکھ دیا ہے۔ ایک بالشت کے پیٹ کے لئے اپنی قیمتی زندگی کو داؤں پر لگا رکھا ہے۔ یہ بات عقل کے لحاظ سے کیسی حماقت کی ہے کہ انسان کماتا ہے آرام سے کھانے اور آرام حاصل کرنے کے لئے، لیکن وہ زندگی بھر کے آرام کو ،کمانے کے لئے قربان کردیتا ہے۔

اس کے علاوہ اس نے دولت کی بڑھتی ہوئی اس ہوس کے چکر میں حلال وحرام کی تمیز کو بالکل نظر انداز کر رکھا ہے، حالانکہ حلال کسب کو اختیار کرنے سے خوشی، راحت اور عزت کا رزق عطا ہونے، اور رزق کی برکت کا وعدہ ہے، برکت، سہولت اور راحت کے ساتھ ضروریات زندگی پوری ہونے کو کہتے ہیں برکت رزق کے زیادہ ہونے کو نہیں کہتے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی دس بیس ہزار روپئے کماتا ہے مگر مسلسل پریشان اور مقروض ہے اور ایک دوسرا آدمی دو ہزار ماہانہ کماتا ہے، نہ کسی کا قرض ہے نہ پریشانی، ساری ضروریات پوری ہوجاتی ہیں اور کچھ بچا بھی لیتا ہے، اسی کا نام برکت ہے، حرام مال میں مسلمان کے لئے ذلت، پریشانی، کوفت اور بے برکتی کی وعید ہے، کافر کے لئے یہ بات نہیں، اس کو دنیا میں ہی سب مل جاتا ہے۔ اگر کسی مسلمان کو حرام کمائی کے باوجود ابتلا اور سزا نہیں ہے تو یہ بہت خطرے کی بات ہے کہ اس کو ڈھیل دی جارہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ والدین آخری درجہ کے نافرمان بیٹے کو بری حرکتوں پر تنبیہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں:

لاڈلے بیٹے کی بربادی کا ساماں ہوگیا
ماں نے بیٹے کی خطا پر ناگواری چھوڑ دی

تیسری بات یہ کہ حلال طریقہ سے روزگار کی کوشش اور کسب کرنا ہمارے ذمہ فرض ہے، وہ بھی دوسرے فرضوں کے بعد فرض ہے، ہم نے نبوی فرمان کے خلاف پہلے کسب کو شغل بنا کر، روزگار کے لئے اپنے کو ایک طرح قربان کرکے اپنے لئے عذاب مول لیا۔ پھر حلال کی فکر اور حرام سے بچنے کی کوشش کے بجائے غیر اختیاری چیز روزگار کی زیادتی، اور مال کی زیادہ طلب کی تگ ودو میں اپنے کو مصیبت میں مبتلا کیا اور فریضہ کسب حلال کو دوسرے فرضوں پر مؤخر کرنے کے بجائے تمام فرائض پر مقدم کیا، نماز روزگار کی نذر، روزہ روزگار کی نذر، حج روزگار کی نذر، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سارے فرائض ہم نے روزگار کی بھینٹ چڑھادیئے ہیں۔

سیرت نبوی میں تجارت کی ترغیب

دوسرے فریضوں کے بعد جب کسب حلال کی فکر کی جائے گی، تو آدمی روزگار کی کس لائن کو ترجیح دے اس میں بھی نبوی اور شرعی رہنمائی کو ہم نے نظر انداز کیا ہے، حلال روزگار کی آدمی جب تلاش کرے تو اس میں کس پیشہ کو اوّلیت دے۔ اس کے لئے ہمارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''رزق کے اٹھارہ حصے تجارت میں ہیں۔ اور دو حصے تمام پیشوں میں''

اس فرمانِ رسول کا مقصد یہ ہے کہ نبی کا امتی جب حلال روزی کی تلاش کرے تو تجارت کو اول درجہ میں ترجیح دے۔ اور بعض روایات میں نیک اور خدا ترس تاجر کے انبیاء اور شہداء کے ساتھ حشر ہونے کی فضیلت بھی ارشاد فرمائی گئی ہے۔ اس رہنمائی پر عمل کرنے میں امت کے بڑے مسائل کا حل ہے۔ اس لئے کہ جو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

قوم تجارت پر قابض ہوتی ہے، اس قوم کا اقتصادیات پر قبضہ رہتا ہے۔ جو قوم ملک کی اقتصادیات پر حاوی رہتی ہے وہ خواہ سیاسی طور پر گدی نشین نہ بھی ہو، ملک کے اربابِ اقتدار کے یہاں ان ہی کی چلتی ہے۔ گویا اس رہنمائی سے فائدہ اٹھانے میں سیاسی مسائل کا بھی حل ہے۔

دوسری ایک اہم بات یہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا تاجر بڑے سے بڑے ملازم اور مزدور سے زیادہ آسانی سے رزق حاصل کر لیتا ہے، ایک چائے اور پان بیچنے والا ایک روز میں جتنا کما لیتا ہے، ایک ملازم اور مزدور ایک ہفتہ میں اتنا نہیں کما سکتا۔ اس کے علاوہ اللہ کے رسول ﷺ نے تجارت کے وہ اصول بتائے ہیں جن پر چلنے سے تجارت چلنا یقینی ہے۔ مثلاً اللہ کے نبیؐ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس تاجر پر رحم کرے، اور اس تاجر پر نظر کرم فرمائے جو سامان بیچنے کے بعد گاہک کو ناپسند ہونے کی وجہ سے واپس لے لے'' (ابوداؤد: ۳۴۶۰)

ایک گاہک نے سامان خریدا۔ گھر لے جا کر، گھر والوں کے ناپسند ہونے کی وجہ سے وہ سامان واپس کرنے آیا۔ آپ نے فضیلت حاصل کرنے کے لئے خندہ پیشانی کے ساتھ واپس کر لیا، تو اب زندگی بھر یہ گاہک سو دوکانیں چھوڑ کر ہمیشہ آپ کے پاس سامان خریدنے آئے گا۔

اس کے علاوہ ایمان داری، خرید وفروخت میں نرمی، ملاوٹ اور ذخیرہ اندوزی نہ کرنے کی ترغیب دے کر تجارت کے فروغ کے رہنما اصول بھی اسلام نے بتائے ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے تجارت کو اہمیت دینے کی اس نبوی رہ نمائی کو نظر انداز کیا، ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان رکشہ چلاتے ہیں، پلے داری کرتے ہیں، مزدوری کرتے ہیں، مگر تجارت سب سے کم کرتے ہیں، مسلمانوں میں جن قوموں نے تجارت کو اہمیت دی ان قوموں کی حالت ہم خود دیکھ سکتے ہیں مثلاً ہمارے ملک میں گجراتی، میمن، اور پنجابی حضرات اکثر تجارت کی طرف راغب ہیں، خود ان کا حال ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ اسلام کی اس رہنمائی نے امت کو کتنا فائدہ پہنچایا۔

تجارت میں بھی اسلام نے لوہے کی تجارت کی ترغیب دی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک نبویؐ ارشاد کا مفہوم یہ ہے:

''لوہے کی تجارت میں نفع زیادہ ہے''

کیا ہم کبھی غور کرتے ہیں کہ امریکہ اور جاپان اور دوسرے مغربی ممالک دنیا پر صرف لوہے کی تجارت کی وجہ سے چھائے ہوئے ہیں، دنیا بھر میں ساری مصنوعات ان ملکوں کی چلتی ہیں، یہ سب لوہے کی تجارت ہے۔ ان ملکوں نے لوہے کی تجارت کرنے کی اس نبوی رہنمائی سے فائدہ اٹھا کر دنیا پر اپنی دھاک بٹھائی ہے، لوہے کی تجارت کی طرف ہمیں راغب کرنے کے لئے قرآن مجید میں ایک پوری سورت سورۂ حدید نازل فرمائی گئی اور اس میں ارشاد فرمایا گیا:

وانزلنا الحدید فیه بأسٌ شدید، ومنافع للناس

(الحدید: ۲۵)

اور ہم نے لوہے کو نازل کیا جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے لئے اور بھی فائدے ہیں

اس کے علاوہ جو چیز تمہاری قوت کے لئے نازل کی ہے وہ لوہا ہے، اس میں قوت بھی ہے اور نفع بھی ہے۔

کاش مسلمان روزگار کے اس اہم مسئلہ میں تقدیر پر ایمان، شغل کی جگہ کسب، زیادہ اور اور کی فکر کے بجائے حلال کی تلاش اور حرام سے بچنے اور اس میں بھی دوسرے فریضوں کے بعد روزگار کو سمجھنے اور تجارت کو اپنانے، خصوصاً لوہے کی تجارت کرنے، صنعت اور کارخانے لگانے کو ترجیح دیتے تو مسلمان اس نبوی رہنمائی کا مبارک اثر اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے۔

اگر تیرا نقش قدم سامنے ہو
تو دنیا میں باغ ارم سامنے ہو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

طاقت ور مؤمن

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاقتور مؤمن کمزور مؤمن سے بہتر ہے، (صحیح مسلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوۃ الخ، حدیث نمبر: ۲۶۶۴) عام طور پر ہمارے معاشرہ میں جب طاقت کا ذکر کیا جاتا ہے تو لوگ اِس سے جسمانی طاقت مراد لیتے ہیں؛ لیکن اگر غور کیا جائے تو اِس کا مفہوم اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے، طاقت ایک وصف ہے اور انسان کی مختلف صلاحیتیں اِس وصف کی حامل ہوسکتی ہیں، مثلاً طاقت اخلاق و کردار کی بھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ اخلاق و کردار کی طاقت سے وہ کام لیا جاتا ہے جو ہاتھ پاؤں کی طاقت سے نہیں لیا جاسکتا، جسمانی طاقت سے تو زر و زمین کو فتح کیا جاسکتا ہے؛ لیکن اخلاق کی طاقت سے انسان کے دل جیتے جاتے ہیں، اسی طرح طاقت دولت و ثروت کی بھی ہوتی ہے، ایک جسمانی اعتبار سے کمزور شخص بھی مال و دولت کے ذریعے بڑے بڑے معرکوں کو جیت سکتا ہے، ایک بہت بڑی طاقت وہ ہے جو سیاست کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، سیاسی طاقت کے ذریعہ افراد اور قومیں ملک و قوم کی تقدیر کی مالک ہو جاتی ہیں، طاقت علم، ٹکنالوجی اور زبان و قلم کی بھی ہوتی ہے، ایک صاحب علم شخص اگرچہ وہ نحیف الجثہ ہو؛ لیکن وہ اچھے خاصے ڈیل ڈول والے انسان پر بھی تفوّق حاصل کر لیتا ہے، یہی سب سے بڑی طاقت ہے، ایک صاحب علم شخص ایک ہزار ناتعلیم یافتہ افراد پر بھاری ہوتا ہے، ایک ایسی قوم جو علم و فن سے بہرہ ور ہو اگرچہ وہ تعداد کے اعتبار سے چھوٹی اقلیت ہو؛ لیکن وہ ایسی قوموں پر بھاری ہو جاتی ہے، جو تعداد کی کثرت کے اعتبار سے ریگستان کے ذرّات سے بھی بڑھی ہوئی ہو؛ مگر علم سے تہی دست اور فکر و نظر کے سرمایہ سے تہی دامن ہو۔ دنیا میں اِس کی بہت سی مثالیں ہیں، جن کو سَر کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے اور جن کے کارنامے تاریخ کے صفحات پر اپنی عظمت کے نقوش ثبت کیے ہوئے ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے کہ ہم برطانیہ کے غلام تھے، جو انگریز برطانیہ سے ہندوستان آئے، ہندوستان کے اصل باشندوں کے مقابلے میں اُن کی تعداد اتنی کم تھی کہ شاید آٹے میں نمک کا تناسب بھی اُس سے زیادہ ہوتا؛ لیکن یہ وہ دور تھا جب مشرق سے مغرب تک برطانیہ کے اقتدار کا آفتاب عالم تاب روشن تھا، کہا جاتا ہے کہ انگریزوں کی سلطنت میں سورج کے غروب ہونے کی نوبت نہیں آتی تھی، اگر مغرب میں امریکہ اور کینیڈا تک برطانیہ نے حکومت کی ہے تو مشرق میں مشرق بعید کے ممالک بھی اُس کی غلامی کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے رہے ہیں؛ حالاں کہ برطانیہ کے باشندے نہ صرف تعداد کے اعتبار سے بہت کم تھے؛ بلکہ اصل مملکت برطانیہ کا رقبہ بھی اتنا محدود تھا کہ ہندوستان کا چھوٹے سے چھوٹا صوبہ بھی اپنے رقبے میں اُس سے بڑھا ہوا ہوگا، مجھے جب برطانیہ جانے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ برطانیہ کے ایک طرف سے دوسرے طرف کا فاصلہ صرف چھ سو میل یا اُس سے کچھ زیادہ ہے، یہ کس طاقت کا اثر تھا؟ یہ جسمانی طاقت یا عددی طاقت کا نتیجہ نہیں تھا، یہ علم اور ٹکنالوجی کی طاقت کا نتیجہ تھا، خود جاپان کو دیکھئے کہ ایک چھوٹا سا اور چند جزیروں پر مشتمل ملک ہے؛ لیکن اُس کی ٹکنالوجی کی طاقت کا کرشمہ ہے کہ پوری دنیا اُس کے سامنے سَر جُھکاتی ہے، اگر ایک ہی شئ جاپان کی بنائی ہوئی ہو اور کسی دوسرے ملک کی بھی، تو خریدار تفصیلات معلوم کئے بغیر بلا تکلف خیال کرتا ہے کہ جاپان کی بنائی ہوئی شئے مہنگی تو ہوسکتی ہے؛ لیکن معیار کے اعتبار سے وہی فائق ہوگی، یہ علم اور ٹکنالوجی کی طاقت کا اثر ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اگر اِس پس منظر میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو سمجھا جائے تو مؤمن کے قوی ہونے کا مفہوم بہت وسیع ہو جاتا ہے اور اس وسعت میں یہ بات شامل ہے کہ جو مؤمن علم کی طاقت سے آراستہ ہو، اور تعلیم یافتہ ہو، وہ ایسے مسلمان سے بہتر ہے جس نے جہالت پر قناعت کر رکھی ہو، جو علم کی روشنی سے محروم ہو، غالباً اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے مؤمن کو پسند فرماتے ہیں جو حرفت سے واقف ہو اور ٹکنالوجی سے آگاہ ہو: ''ان اللہ یحب المؤمن المحترف ''(المعجم الاوسط، حدیث نمبر: ۸۹۳۴) کیوں کہ جو قوم علوم وفنون کی حامل ہوتی ہے جو قوم صنعت وٹکنالوجی کی دولت رکھتی ہے، جس قوم کے پاس فکر وفن کا سرمایہ ہوتا ہے، وہ دوسروں کو دینے کی صلاحیت رکھتی ہے، اُس کے پاس لینے والا ہاتھ نہیں ہوتا؛ بلکہ دینے والا ہاتھ ہوتا ہے، دنیا کو اُس کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اپنی صلاحیت کے ذریعے سربلندی وسرفرازی حاصل کرتی ہے، یہودیوں کی تعداد کتنی کم ہے؟ امریکہ جیسے ملک میں اُن کی تعداد پانچ فیصد سے بھی کم ہے؛ لیکن ذرائع ابلاغ جیسا مؤثر وسیلہ پوری طرح اُن کے ہاتھوں میں ہے، بینکنگ کا نظام صد فیصد اُن کی گرفت میں ہے، اسی لیے کسی امریکی صدر کی مجال نہیں کہ وہ یہودیوں پر کُھل کر تنقید کرے اور جن لوگوں نے دبے لفظوں میں تنقید کی اُن کو ناکوں چنے چبوا دیئے گئے، یہ سب تعلیم کا کرشمہ ہے؛ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ نوبل انعام پانے والوں میں اکثریت یہودیوں کی ہے، خود ہم اپنے ملک میں برہمنوں کو دیکھ سکتے ہیں، برہمنوں کی تعداد تین چار فیصد سے زیادہ نہیں؛ لیکن عملاً پورے ملک کا اقتدار اُن کے ہاتھوں میں ہے، وہی سیاسی طالع آزماؤں کی جیت وہار کا فیصلہ کرتے ہیں اور ملک کی داخلہ وخارجہ پالیسی مرتب کرتے ہیں، یہ نتیجہ ہے اُن کی تعلیمی جدوجہد اور اِس میدان میں انتھک کوششوں کا، اس کا اثر ہے کہ ملک کے ساٹھ فیصد سے زیادہ کلیدی عہدوں پر برہمن یا ہندوستان کی اونچی ذاتوں کے لوگ مسلط ہیں، اِس لئے ہمیں ایک ایسی اُمت بننا چاہئے جو علم کے زیور سے آراستہ اور صنعت و ٹکنالوجی کی صلاحیت سے مالا مال ہو؛ تاکہ ہمارا ہاتھ اونچا ہاتھ رہے، ہم اِس لائق ہوں کہ ملک کو کچھ دے سکیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے: ''الید العلیا خیر من الید السفلی ''(صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، حدیث نمبر: ۱۴۷۲) یعنی جو فرد دینے والا ہاتھ رکھتا ہو وہ اُس فرد سے بہتر ہے جس کے پاس صرف لینے والا ہاتھ ہو، جس قوم کے پاس لوگوں کو دینے کی صلاحیت ہو، وہ اُس قوم سے بہتر ہے جس کے ہاتھ میں کاسۂ گدائی ہو اور وہ دوسری قوموں سے پیسوں کی، عزت ووقار کی، ملازمتوں کی، معاشی مدد کی اور سیاسی عہدوں کی بھیک مانگتی رہتی ہو۔

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم سے محروم ہیں کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت وعبرت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہوں: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ''(الزمر: ۹) یہ آیت اگرچہ ایک خاص پس منظر میں نازل ہوئی ہے؛ لیکن اس میں دو باتوں کی طرف واضح اشارہ موجود ہے، ایک یہ کہ علم والے اور بے علم، تعلیم یافتہ اور جاہل دونوں برابر نہیں ہیں، دوسرے یہ کہ وقت اور حالات کا تجزیہ کرنا، اُس سے عبرت ونصیحت حاصل کرنا یہ اُن ہی لوگوں کا کام ہے جو عقل وفہم رکھتے ہوں اور جنھوں نے علمی کاوشوں کے ذریعے اپنی فہم وبصیرت میں اضافہ کیا ہو، یہ اہل علم اور علم سے محروم لوگوں کے درمیان نابرابری صرف آخرت میں ہی ظاہر نہیں ہوگی؛ بلکہ دنیا میں بھی شب وروز اِس کی مثالیں ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کے درمیان ہر میدان میں فرق پایا جاتا ہے، ایک تعلیم یافتہ قوم سیاسی نظام میں جو حصہ داری حاصل کر سکتی ہے، علم سے تہی دامن قوم کبھی وہ اثر و رسوخ حاصل نہیں کر سکتی، جو گروہ علم سے آراستہ ہو وہ میدانِ جنگ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میں علم سے محروم قوم کو شکست دے سکتا ہے، وہ معیشت کے میدان میں بھی عزت وسربلندی حاصل کرتا ہے، اور جو قومیں علم سے محروم ہوتی ہیں، ذلت ورسوائی، غربت وافلاس اور پسماندگی اُن کا مقدر بن جاتی ہے، جو گروہ تعلیم یافتہ اور صاحب علم ہوتا ہے، وہ حکومت کے کلیدی اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتا ہے، اُس کی ہر بات کان لگا لگا کر سُنی جاتی ہے، اور جو گروہ جہالت کے دلدل میں پھنسا ہوا ہو وہ چیخ چیخ کر اپنی مظلومیت کا رونا روئے تب بھی نہ کسی کی آنکھ نم ہوتی ہے اور نہ کسی کی آواز اُس کے حق میں بلند ہو پاتی ہے؛ اس لئے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا کہ جہالت میں پھنسے ہوئے لوگ نہ صرف دین کے اعتبار سے اہل علم کی برابری حاصل نہیں کر پاتے؛ بلکہ وہ ہر میدان میں اُن سے پیچھے رہتے ہیں، اُن کے استحصال کا نشانہ بنتے ہیں اور اُن کی ذلت وخواری کی داستان طویل سے طویل تر ہوتی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان میں آج ہمیں اپنی تصویر دیکھنی چاہئے، ہندوستان میں ہم ایک ایسی اقلیت ہیں، جو دوسری بڑی اکثریت ہونے کے باوجود سیاسی حصہ داری، معاشی ترقی، تہذیبی وثقافتی تشخص ہر میدان میں محرومی کا شکار ہے، اقلیتیں اگر سماج میں باعزت مقام حاصل کرنا چاہتی ہیں تو اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اکثریت کے برابر یا اُس سے بڑھ کر محنت کرے، پندرہ فیصد مسلمانوں میں پائے جانے والے نوجوان جب تک اتنی محنت نہ کریں کہ ان کی محنت بحیثیت مجموعی اکثریت کے برابر ہو جائے یا اُن سے بھی بڑھ جائے، تب تک وہ دوسری قوموں کی برابری میں نہیں آسکتے، اُنھیں اپنے حصے سے بڑھ کر کام کرنا ہوگا، تب ہی وہ اُس قوم کی برابری کر سکتے ہیں، جو تعداد ومقدار کے اعتبار سے اُن سے بڑھی ہوئی ہے، ہندوستان میں جتنے سرکاری وغیر سرکاری کمیشن بنے ہیں اور اُنھوں نے مسلمانوں کے حالات کا تجزیہ پیش کیا ہے، وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ تعلیم سے محرومی ہے، ایسا نہیں ہے کہ مسلمان بچوں میں ذہانت نہیں ہوتی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان بچے تعلیم کا ایک مرحلہ پورا کر کے دوسرے مرحلے میں قدم رکھنے کا حوصلہ ہی نہیں پاتے، وہ درمیان میں سلسلۂ تعلیم کو ختم کر دیتے ہیں اور جب وہ تعلیم میں پیچھے ہوتے ہیں تو آہستہ آہستہ زندگی کے تمام گوشوں میں پسماندہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔

تعلیم میں پسماندگی کا بنیادی سبب تعلیمی تسلسل کو برقرار نہ رکھ پانا ہے، مسلمان بچوں کی بڑی تعداد ساتویں آٹھویں کلاس تک پہنچ کر تعلیم ترک کر دیتی ہے اور میٹرک تک بھی اُن کے پہنچنے کی نوبت نہیں آتی، اُس کے بعد ایک بڑی تعداد جو میٹرک کرتی ہے، وہ اُس سے آگے نہیں بڑھتی، ہر مرحلہ پر یہی صورت حال پیش آتی ہے، یہاں تک کہ اعلیٰ تعلیم میں اُن کا تناسب کم سے کم ترین ہو جاتا ہے، تعلیمی تجزیہ کاروں نے لکھا ہے کہ آئی اے ایس، آئی پی ایس وغیرہ میں مسلمانوں کی تعداد اِس لئے کم نہیں ہوتی کہ اُن کی کامیابی کا تناسب اکثریتی فرقہ کے طلبہ سے کم ہوتا ہے؛ بلکہ یہ تعداد اِس لئے کم ہوتی ہے کہ اِن امتحانات میں شرکت کرنے والے مسلمان طلبہ کی ہی تعداد کم ہوتی ہے، جب وہ کم تعداد میں شریک ہوں گے تو ظاہر ہے کہ کامیابی میں بھی اُن کا تناسب کم ہوگا، اس تعلیمی انقطاع کو روکنا مسلمانوں کے لئے ایک قومی فریضہ ہے۔

یہ اللہ کا شکر ہے کہ مسلمانوں میں بھی حصول تعلیم کا جذبہ بڑھ رہا ہے، سلم آبادیوں میں زندگی گزارنے والے غریب مسلمان بھی اپنے بچوں کو اسکولوں میں داخل کرنے لگے ہیں؛ لیکن مشکل یہی ہے کہ چند ہی زینوں پر چڑھنے کے بعد طلب علم کا یہ مسافر حوصلہ کھو دیتا ہے اور وہ اپنے تعلیمی سلسلہ کو جاری نہیں رکھ پاتا، اِس کے بنیادی اسباب دو ہیں:

ایک: یہ کہ غریب ماں باپ چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد اُن کا بچہ پچیس پچاس روپئے کمانے لگے اور اپنے ماں باپ کے ہاتھ مضبوط کرے، پنکچر کی دکان سے لے کر موٹر میکانک تک کی دکانوں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کو دیکھ جایئے ، نیز ہوٹلوں اورڈھابوں کا جائزہ لیجئے کہ وہاں میزیں صاف کرنے ، برتن دھونے اور موٹا جھوٹا کام کرنے والے کم عمر بچے کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں ؟ ہر جگہ نوے فیصد سے زیادہ مسلمان بچے ملیں گے۔

دوسرے : فقر ومحتاجی اور مفلسی ، کتابوں کی قیمت ،تعلیم کی فیس ، یونیفارم کی خریداری ،سال دوسال تو غریب مزدور کسی طرح برداشت کر لیتے ہیں ؛لیکن پھر اُن کی ہمت جواب دے جاتی ہے اور اُن کو یقین ہو جاتا ہے کہ ہمارے باغ میں جو غنچہ آیا ہے ، کِھلنا اور پھول بننا اُس کے لئے مقدر میں نہیں ہے ، جس طرح ہم نے اپنی زندگی گزاری ہے ، اِن کو بھی کانٹوں کے اِسی بستر پر اپنی زندگی گزارنی ہے ، یہ دو بنیادی اسباب ہیں جو مسلمان بچوں کو تعلیم میں پست سے پست تر کرتے جارہے ہیں۔

اس بیماری کا علاج کیا ہو؟ بنیادی طور پر اس سلسلہ میں تین نکات کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے :

اول : مسلمانوں کے غریب اور مزدور طبقے کی تربیت اور اُن کو سمجھانا کہ فاقوں کو گوارا کرلو ، پھٹے پرانے کپڑوں پر عید و بقرعید گزارلو ، ذاتی مکان کے بجائے کرائے کی جھونپڑی میں اپنا سر چھپا لو ، سادگی سے شادی کی تقریب انجام دو ؛لیکن کسی قیمت پر اپنے بچوں کو تعلیم سے محروم نہ رہنے دو ؛ تاکہ بالآخر تم غربت سے مرفّہ الحالی کی طرف اور پستی سے بلندی کی طرف سفر کرسکو ، مدینہ میں فاقوں کی نوبت تھی ، بدر میں جو جنگی قیدی آئے آپ ﷺ اُن کو مالی فدیہ دینے پر مجبور کر سکتے تھے ؛لیکن آپ نے بچوں کی تعلیم کو فوقیت دی اور جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اُن کے لئے دس دس مسلمان بچوں کی تعلیم کو فدیہ قرار دیا ، اس میں سبق ہے کہ مسلمان فاقہ مستی کو تو گوارا کرلے ؛لیکن علم سے محرومی کو گوارا نہیں کرے۔

دوسری ضروری بات یہ کہ مسلمانوں میں تعلیمی کفالت کا مزاج پیدا ہو ، جو لوگ اصحابِ ثروت اور اربابِ گنجائش ہوں ، وہ اپنے خاندان ، اپنے سماج اور اپنے پڑوس کے ایسے ایک دو بچوں کی کفالت اپنے ذمہ لے لیں ، جن کا سلسلۂ تعلیم غربت کی وجہ سے منقطع ہو رہا ہو ، رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب کی مالی حالت کو دیکھتے ہوئے حضرت علیؓ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی تھی ، اسی طرح حضرت عباسؓ نے حضرت ابو طالب کے ایک اور صاحبزادے حضرت جعفرؓ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی ، یہ تعلیم و تربیت کے لئے کفالت کی ایک مثال ہے اور اس مثال کو مسلمانوں میں عام کرنے کی ضرورت ہے ، اس طرح بہت سے بچے علم کے زیور سے آراستہ ہو سکتے ہیں اور اپنے تعلیمی سفر کو جاری رکھ سکتے ہیں ۔

تیسرا ضروری کام یہ ہے کہ اِس وقت بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں حکومت کی طرف سے جو سہولتیں دی گئی ہیں اور اقلیتوں کے لئے جو خصوصی رعایتیں کی گئی ہیں ، غریب اور ناواقف مسلمانوں کے لئے اُن سے فائدہ اُٹھانے کا انتظام کیا جائے اور معلومات فراہم کی جائیں ، بدقسمتی یہ ہے کہ ایسی اسکیموں تک مسلمانوں کی رسائی نہیں ہو پاتی اور وہ اپنے جائز حق سے فائدہ نہیں اُٹھا پاتے ؛ حالاں کہ آج کل بہت سی ایسی سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں کہ غریب سے غریب انسان بھی اپنے بچوں کو ضروری حد تک تعلیم دلا سکتا ہے اور غربت اُس کے عزم وارادہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنی قوم کو طاقتور مؤمن بنائیں ، اُس کو ضعف وکمزوری اور پستی سے باہر لائیں ، اُس کے لئے باعزت اور آبرو مندانہ زندگی فراہم کریں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ جہالت اور علم سے محرومی کی اس بیماری کو دور کرنے کے لئے اُمت کا ایک ایک فرد اس طرح اُٹھ کھڑا ہو جیسے کسی جاں بلب انسان کو بچانے کے لئے ہر سلیم الفطرت انسان دوڑ پڑتا ہے۔

کاش ! یہ دعوت کانوں اور آنکھوں سے گذر کر دلوں تک پہنچ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

کی تصانیف ومؤلفات، فتاویٰ، رسائل، مکتوبات اور مجموعۂ کلام

زیر قلم تالیف: امام الہند، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

احوال، خدمات، کارنامے، تصانیف ومتعلقات اور تلامذہ کا ایک باب

قسط : 8

حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی

سکے اور قلب کی گہرائیوں میں اُتر سکے۔

ترجمہ بستان، نورمحمد، کراچی کی اشاعت

ترجمہ بستان المحدثین کی ایک عمدہ صاف اشاعت، نورمحمد [اصح المطابع] کراچی کی ہے، اس کی کتابت طباعت، پرانے نسخوں کی نسبت بہت صاف ستھری ہے، اس ترجمہ کی تصحیح ونظر ثانی، مولانا بشیر محمد دہلوی نے کی تھی، یہ طباعت سوادوسو [۲۲۶] صفحات پر مشتمل ہے، سنہ طباعت درج نہیں۔

اس طباعت کا ایک عمدہ نسخہ، میرے نہایت محسن اور کرم فرما جناب حافظ توفیق احمد صاحب کیرانوی نے عنایت کیا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنی خاص رحمتوں سے نوازے۔ مطبع نورمحمد کی اس طباعت سے کثرت سے استفادہ ہوا، اس کے عکس بار بار چھپتے رہے اور اب بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔

اس ترجمہ کی فارسی متن کے ساتھ ایک اشاعت

بستان المحدثین کا یہ اردو ترجمہ، ایک مرتبہ فارسی متن کے ساتھ بھی چھپا ہے، یہ طباعت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی کی ہے، مگر اس کے شروع میں تمہید، سنہ طباعت درج نہیں اور اس کی بھی وضاحت نہیں، کہ یہ اشاعت کسی طباعت کی نقل (Re-print) ہے، یا خود ایچ ایم سعید نے اس ترتیب وطباعت کا اہتمام کیا تھا۔

یہ اشاعت تین سو باون صفحات پر مشتمل ہے، جس میں سے بالکل اخیر کے تین صفحات [۳۵۳-۳۵۰] میں مصنف بستان حضرت شاہ عبدالعزیز کے مختصر حالات ہیں۔ ناشرین نے مولانا عبدالسمیع کی عرض مترجم کو، فہرست مضامین سے پہلے شامل کیا ہے، جس کی کوئی معقولیت سمجھ میں نہیں آتی، کتابت وطباعت بہت اچھی نہیں کاغذ متوسط ہے، جلد البتہ بہتر ہے۔

عربی ترجمے

بستان المحدثین کے عربی میں، تین ترجموں کا مجھے علم ہے، جس میں پہلا ترجمہ، مولانا اشفاق سلفی کا ہے، جس کی ڈاکٹر مولانا لقمان سلفی نے مراجعت ونظر ثانی کی ہے۔ یہ ترجمہ **دار الداعی للنشر والتوزیع**، ریاض اور ہندوستان میں، جامعہ ابن تیمیہ، مدینۃ السلام [چندن باڑہ، مشرقی چمپارن، بہار] سے صفر ۱۴۲۱ھ [مئی ۲۰۰۲ء] میں چھپا تھا، یہ طباعت فہرست کے صفحات شمار کے ساتھ، دوسو سترہ [۲۱۷] صفحات پر مشتمل ہے، یہ نسخہ سفید کاغذ پر نیلی روشنائی سے چھپا ہے، کمپوزنگ صاف ہے، دیکھنے میں اچھا معلوم ہوتا ہے، بظاہر اغلاط کتابت بھی کم ہیں۔

اگرچہ اس کے سرورق پر اور اندرون کتاب میں بھی ''**نقلہ من اللغة الفارسية إلى العربية**'' لکھا ہوا ہے، مگر ترجمہ پر نظر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ڈالنے سے خیال ہوتا ہے کہ، اس ترجمہ میں فارسی متن سے زیادہ اردو ترجمہ [مولانا عبدالسمیع] سے استفادہ ہوا ہے۔ کہیں کہیں مختصر تخریج روایات واحادیث ہے اور بعض کتابوں [جن کا بستان میں تعارف ہے] کی نئی طباعتوں کے مرتبین، محققین اور ناشرین کی مجمل اطلاع بھی ہے۔ اگرچہ اس ترجمہ کی اشاعت کے بعد، کئی سو کتابیں نئی طباعتیں، نئی تحقیق وتعلیق کے ساتھ آچکی ہیں، تاہم اس اشاعت کی اطلاعات بھی مفید ہیں۔

● دنیا کے مشہور علمی ادارہ جمعۃ الماجد [دبئی] کے خبرنامہ **المرکز** کے شمارہ نمبر: ۴۲ شعبان ۱۴۳۴ھ [۲۰۱۵ء] کی اطلاع ہے، کہ بستان کا ایک عربی ترجمہ، معروف عالم اور محقق، شیخ صبحی الصالح السامرائی نے کیا تھا، لیکن شیخ سامرائی کے ایک فاضل شاگرد اور محقق عالم، شیخ عادل یمانی مقیم قطر سے، جو ہندوستانی علماء، ان کی خدمات اور بستان سے خوب اچھی طرح واقف ہیں، کا قول ہے کہ شیخ صبحی کا، اس طرح کا کوئی کام نہیں ہے، شیخ عادل نے، وہ ترجمہ کبھی دیکھا نہ اس کے بارے میں کبھی سنا۔

ایک اور عربی ترجمہ، یا تلخیص مع تغیر واضافات؟

عرب دنیا یا دنیائے اسلام میں، بستان المحدثین کے نام سے مطبوع ومعروف ایک کتاب یا نیا ترجمہ وہ ہے، جو مولانا ڈاکٹر اکرم ندوی صاحب، اسلامک سینٹر آکسفورڈ نے کیا تھا، جس کو دارالغرب الاسلامی بیروت نے ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔ بستان کا کوئی اور عربی ترجمہ عموماً دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے، اس ترجمہ کو خاصی پذیرائی ملی، بیروت سے طباعت واشاعت کے بعد بستان کے، انگریزی، بنگالی، ترکی ترجمہ کرنے والوں اور دوسرے لوگوں نے بھی، اس عربی ترجمہ سے کثرت سے استفادہ کیا ہے، عموماً اس کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے، میں بھی اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے، اپنے کام میں اس کے حاشیوں سے کثیر فائدہ اٹھایا ہے اور ہمارا مرتبہ نسخہ، بڑی حد تک اسی کے حواشی کی بنیاد پر ہے، لیکن علم، خصوصاً علم حدیث کا حق کسی فرد اور تحقیق کے حق سے بالاتر ہے، اس لئے یہ عرض کرنے کی جسارت کررہا ہوں، کہ ڈاکٹر اکرم صاحب کا مرتبہ نسخہ، حواشی کے لحاظ سے، جس قدر بھی لائق توجہ ہو، مگر اس کو موجودہ ترتیب کی روشنی میں بستان المحدثین کا مکمل، حقیقی ترجمہ کہنا مشکل ہے۔

ڈاکٹر اکرم صاحب نے اس میں جو ترمیمات، تغیرات اور کمی زیادتی کی ہے، اس کی ترتیب کو جس طرح آگے پیچھے کردیا ہے، بدل دیا ہے اور اس میں جگہ جگہ سے، حضرت شاہ صاحب کے افادات بلکہ سطریں نکال کر، اپنی رائے اور متعلقات کا اضافہ کیا ہے، وہ کسی طرح بھی درست نہیں، ایسی ترمیمات وتغیرات کے بعد، اس کے سرورق پر: **بترمیم وتغیر کثیر یا بہ تہذیب وترتیب جدید** کی وضاحت بے حد ضروری تھی، جس صورت میں یہ ترجمہ چھپا ہے، اس کو حضرت شاہ عبدالعزیز کی تصنیف، بستان کا واقعی ترجمہ کہنا صحیح نہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نہ صرف برصغیر ہند [پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان] میں سلاسل حدیث، بلکہ احیائے حدیث کے امام ہیں، حدیث کی ہر اک شاخ میں، ہر اک شعبہ میں، شاہ صاحب کے گہرے اثرات اور خوشبو رچی بسی ہوئی ہے، ان ہی اثرات میں سے ایک بہت بڑا تحفہ، بستان المحدثین بھی ہے، اس لئے اس کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ، جس سے اس کی علمی، استنادی حیثیت ذرا بھی متأثر یا کمزور ہو، غلط ہے۔ اس لئے اس ترمیم وتغیر اور انحراف سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا اکرم صاحب کے، ترجمہ بستان کے تغیرات و ترمیمات اور اس کے مندرجات کو کتاب میں ادھر اُدھر کرنے کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے، جس سے یہ فیصلہ کرنے میں مدد ملے گی کہ یہ کاوش مفید بے شک ہے، مگر حضرت شاہ عبدالعزیز کی تالیف بستان المحدثین کے صحیح وکامل نسخہ کی واقعی ترجمان نہیں۔

عربی ترجمہ کے عنوان سے شائع پہلی طباعت، باریک سفید کاغذ اور دوسو بیاسی [۲۸۲] صفحات پر مشتمل ہے، جلد سادہ مگر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جاذب نظر ہے، یہی طباعت میرے سامنے ہے، بعد کی طباعتوں کا مجھے علم نہیں۔

انگریزی ترجمہ: مولانا اکرم صاحب نے بستان پر جو کام کیا تھا، اس کی خاصی پذیرائی ہوئی اور جلد ہی اس کو انگریزی میں بھی منتقل کر دیا گیا۔ یہ انگریزی ترجمہ محترمہ عائشہ (Aisha Bewley) نے کیا تھا، اس کا نام اور عنوان اس طرح ہے:

The Garden of
the Hadith Scholars
Bustan al-Muhaddithin
IMAM' ABDAL-AZIZ AD- DIHLAWI
(1159-1239 AH)
Translated from the persian into Arabic
and annotated by
Mohammad Akram Nadwi
Translated from Arabic into English by
Aisha Bewley

یہ ترجمہ لندن کے اشاعتی ادارہ، Turath Publishing کے اہتمام سے ۱۴۲۸ھ [۲۰۰۷ء] میں چھپا تھا، جو ۳۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ اشاعت، کمپوزنگ، کاغذ، طباعت، سرورق، ہر پہلو سے قابل تعریف اور اعلیٰ ترین عالمی، علمی معیارات کے مطابق ہے، جس میں ظاہری پہلو سے کچھ کمی محسوس نہیں ہوتی۔

اس کے سرورق اور اندرون کتاب میں صراحت ہے کہ یہ ترجمہ تمام تر، مولانا اکرم صاحب ندوی کے ترجمہ پر مبنی ہے، اس اعتراف کی وجہ سے ڈر ہے، کہ اس میں وہ تمام فروگذاشتیں بھی شامل ہوگئی ہوں گی، جو ندوی صاحب کے ترجمہ میں ہیں۔

بنگالی ترجمے: بستان المحدثین کے بنگالی میں بھی، کم سے کم دو ترجمے ہوئے ہیں۔ میں بنگالی سے واقف نہیں، اس لئے ان ترجموں کے تعارف کے لئے، بنگلہ دیش کے ممتاز عالم اور محقق، مولانا عبدالمالک صاحب کو زحمت دی تھی، کہ بستان کے بنگالی ترجموں کی نسبت رہنمائی فرمائیں، مولانا مکرم نے، جو کچھ تحریر کیا وہ یہ ہے کہ:

الف: پہلا ترجمہ، جس کے شروع کا کچھ حصہ، مولانا عبداللہ بن سعید جلال آبادی کا ہے، اور باقی ڈاکٹر ابوبکر صدیق [سابق چیئرمین ڈھاکہ یونیورسٹی] کے نام سے چھپا ہے یہ ترجمہ اسلامک فاؤنڈیشن، وزارت دینیہ، بنگلہ دیش نے شائع کیا تھا، جس کی، پہلی طباعت جون ۲۰۰۴ء کی دوسری جون ۲۰۱۴ء کی ہے۔

ب: دوسرا ترجمہ، مولانا صدیق الرحمٰن [سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ، شونا کاندا دارالہدی، کملاّ] کا ہے۔ اس ترجمہ کو مکتبۃ الازہر ڈھاکہ نے چھاپا ہے، اس کی تصحیح مترجم کے بیٹے، ڈاکٹر ابوبکر محمد زکریا نے کی ہے۔

اگرچہ ڈاکٹر ابوبکر محمد زکریا نے لکھا ہے، کہ انہوں نے فارسی اور اردو ترجمہ، دونوں کو سامنے رکھا ہے اور ڈاکٹر اکرم ندوی صاحب کے عربی ترجمہ سے بھی استفادہ کیا ہے اور ان کے مطابق، یہ بنگلہ نسخہ مرتب کیا ہے، لیکن یہ دونوں ہی ترجمے، بڑی علمی فروگذاشتوں سے پر ہیں۔

- پہلے ترجمہ میں اسمائے رجال اور کتابوں کے ناموں میں، بے شمار تصحیفات اور خطرناک تحریفات ہوگئی ہیں، اصطلاحات اور عبارتوں کے ترجمے میں بھی، اغلاط کی کچھ کمی نہیں، کتابوں اور مصنفین دونوں کے نام کثرت سے غلط لکھے ہوئے ہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ غلطیاں مترجم سے سرزد ہوئیں، یا کاتب اور کمپوزنگ کرنے والے کی ناواقفیت اور کم علمی کی وجہ سے ایسا ہوا۔ مثلاً:

''ابن فرحون کو ابن قرحون، اور ابن فرحون کی کتاب کا نام **الديباج المواهج في علماء مذاهب** [**الديباج المذهب في علماء المذهب**] امام مالک کے شاگرد، اشہب کو اشہر،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مُطرِفُ کومَطرَفُ ،مُسنَد کومَسنَدُ ،حِلیة الأولیاء کوحُلیة الاولیاء، ابن المنذر کی کتاب کتاب الاشراف في مسائل الخلاف کو أشراف فی سمائل الخلاف لکھا ہے''

● دوسرے ترجمہ میں، اگرچہ کتابوں کے ناموں میں غلطیاں کم ہیں، لیکن اس کی زبان بہت بوجھل اور سلاست سے عاری ہے، جس کو پڑھ کر اس کے مفہوم کو سمجھ لینا بہت مشکل ہے۔ عبارتوں اور اصطلاحات کے علاوہ، کتابوں کے ناموں میں بھی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ جیسے:

''اکمال المُعلِمُ کو اکمال المُعَلِّمُ، اللامع الدّراری کو اللامع الدُّراري، القَبَسُ کو القَبُس، المُناوِی کو المَناوی ،ابومسلم الکجی کوابومسلم کوجی لکھا ہے۔''(۷۱)

ایسے ہی:

''تکلموا فيه کا ترجمہ لغوی معنی کے لحاظ سے کیا، اسی طرح سکتوا عنه کا ترجمہ کیا، لوگ ان کے بارے میں چپ کر گئے''(۷۲)

ترکی ترجمہ: بستان المحدثین کا ترکی میں بھی ایک ترجمہ چھپا ہے مگر خاصی کوشش کے باوجود، مجھے اس ترجمہ کا اجمالی تعارف بھی میسر نہیں ہوا۔

اردو ترجمہ کی محقق طباعت

بستان المحدثین کا اردو ترجمہ، مولانا عبدالسمیع دیوبندی کا ترجمہ ایسا مقبول ومعروف ہوا، کہ بعد میں فارسی طباعتوں کا سلسلہ ختم ہوکر، یہی اردو ترجمہ اہل ذوق اور طلباء کے سامنے رہ گیا تھا، جو بار بار چھپتا اور پڑھا جاتا رہا۔ کثرت طباعت کی وجہ سے، اس میں غلطیاں بھی ہوگئی تھیں اور اس کے مندرجات کی وضاحت وتفصیل کی بھی ضرورت محسوس ہورہی تھی، مگر اس کی اشاعت پر سو سال گذرنے کے باوجود، اس ضرورت اور کام پر توجہ نہیں کی گئی تھی، جب مولانا ڈاکٹر اکرم ندوی کا بستان کا، عربی ترجمہ اور اس کے حواشی میری نظر سے گذرے، تو خیال ہوا کہ اس کو بعض ترمیمات اور تصحیح واضافات کے بعد، اردو میں منتقل کیا جائے، اللہ نے کیا کہ اس ارادہ کے پورا کرنے کا موقع ملا، مولانا عبدالسمیع دیوبندی کے ترجمہ سے کامل استفادہ کے علاوہ، اس کی فارسی طباعت سے جزوی تصحیح کی گئی اور مولانا اکرم ندوی صاحب کے تمام حوالوں ،حاشیوں کی اصل کتابوں سے مراجعت کا اہتمام ہوا اور ایک نئی کتابت کے ساتھ، اس نسخہ کو حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی [کاندھلہ، ضلع شاملی] سے جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ [فروری ۲۰۱۶ء] میں شائع کیا۔

اس محقق اشاعت کی پاکستانی طباعتیں

بستان المحدثین کی یہ اشاعت [مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ] اللہ کے فضل وکرم سے کچھ ایسی مقبول ہوئی اور اس کثرت سے پڑھی گئی، کہ دس مہینے سے کم عرصہ میں، ہندوستانی طباعت کے تمام نسخے [جو گیارہ سو تھے] نکل گئے، کتاب کی مانگ اور طلب جاری رہی، ہندوستان میں تو اس کتاب کو شائع کرنے کا جلد موقع نہیں ہوا، لیکن پاکستان کے دو ناشرین نے اس کے عکس شائع کردیئے، جس میں:

الف: غالباً پہلی طباعت، ندوۃ المصنفین لاہور کی ہے، جو جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ [مارچ ۲۰۱۷ء] میں سامنے آئی تھی، اس کا عکس ہماری ہندوستانی طباعت کے سائز سے کچھ کم کرکے لیا گیا ہے، جو اچھا معلوم ہوتا ہے، جلد خوبصورت ہے، طباعت بھی صاف ستھری ہے، کاغذ بھی مناسب ہے۔

ب: دوسری طباعت مکتبہ رحمانیہ، لاہور کی ہے، جو حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کی طباعت کا جوں کا توں عکس (R-Print) ہے، سائز وغیرہ سب یہی ہے، سنہ طباعت درج نہیں، کاغذ ہلکا مگر مناسب ہے، جلد خوشنما ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ دونوں طباعتوں کی، پاکستان میں بڑی پذیرائی ہوئی ہے اور غالباً اس کے بعد ایک جگہ سے اور بھی چھپی ہے، مگر اس کی تفصیلات مجھے معلوم نہیں۔ اگرچہ مذکورہ دونوں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ناشرین نے نہ طباعت کی اجازت لی، نہ اشاعت کی اطلاع دی، نہ اشاعت کے بعد کوئی نسخہ بھیجا اور نہ خود سے رابطہ کیا، مگر اس سے خوشی ہوئی کہ یہ کتاب چھپی اور قدر دانوں کے ہاتھ میں پہنچی۔

فتاویٰ عزیزی

حضرت شاہ عبدالعزیز، فقہ ائمہ اربعہ کی وسیع معلومات اور فتاویٰ کی تحریر میں فردِ فرید تھے۔ اگر چہ اس کی صراحت نہیں ملی کہ شاہ صاحب نے، تحریر فتاویٰ کی خدمت کب شروع فرمائی تھی، بظاہر نوجوانی سے اس کا آغاز ہوگیا ہوگا، آہستہ آہستہ اس کا دائرہ اور اثر بڑھتا، پھیلتا گیا، کچھ دنوں کے بعد شاہ صاحب کے شاگردوں اور متوسلین نے، شاہ صاحب کے فتاویٰ کی نقلیں محفوظ رکھنے پر توجہ کی، یہ معمول شاہ صاحب کی وفات تک جاری رہا، اس اہتمام کی وجہ سے، فتاویٰ شاہ عبدالعزیز کے متعدد، چھوٹے بڑے مجموعے مرتب اور قلم بند ہوئے اور اس کی بھی معتبر شہادتیں ملتی ہیں کہ خود حضرت شاہ صاحب نے اپنے فتاویٰ کی بعض نقول، یا چھوٹے مجموعے، اپنے متعلقین کو مطالعہ اور استفادہ کے لئے عنایت فرمائے تھے۔

قدیم معتبر قلمی نسخے: ایک سے زائد اصحاب نے، شاہ صاحب کے فتاویٰ کے چھوٹے بڑے مجموعے مرتب کئے۔ راقم سطور کو فتاویٰ عزیزی کے جو قدیم اور معتبر نسخے معلوم ہیں، ان میں سب سے پرانا مگر مختصر مجموعہ وہ ہے، جو مولانا قاضی اطہر مبارک پوری کی اطلاع کے مطابق، خود حضرت شاہ صاحب نے، مولانا شیخ عبدالوہاب مبارک پوری کو عنایت کیا تھا۔ مولانا قاضی اطہر مبارک پوری نے لکھا ہے کہ:

''میرے نانا مولانا احمد حسین رسول پوری کے خسر، حضرت شاہ حافظ نظام الدین صاحب سریانوی مبارک پوری کے والد محترم، حضرت شیخ عبدالوہاب صاحب یہاں سے پیدل دہلی جاکر، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں کچھ دنوں رہے، واپسی پر خاندانی روایت کے مطابق، حضرت شاہ صاحب نے ان کو اپنے فتاویٰ کا ایک مجموعہ، یہ کہہ کر عنایت فرمایا، کہ تمہارے دیار میں ان دنوں اہل علم کم ہیں، تم ان سے کام لینا اور خلق اللہ کی ہدایت کر کے، ان کو شرک وکفر اور بدعات سے روکنا۔ یہ مجموعہ حضرت شیخ عبدالوہاب کی زندگی بھر ان کے پاس رہا، پھر ان کے صاحبزادے حضرت شاہ حافظ نظام الدین صاحب کو ملا، اور انھوں نے خاندان کی دیگر کتب کے ساتھ، اس مجموعہ کو بھی حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب رسول پوری، صدر مدرس مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور کو دیدیا اور کئی سال ہوئے، اسے ان کے صاحبزادے، مولانا عبدالباقی صاحب، بی اے، ایل ایل بی، اعظم گڈھ نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ ضرورت ہوگی، تو اس مجموعہ پر ایک مستقل مضمون لکھا جاسکتا ہے۔ اگر مولانا محمد منظور صاحب یا کوئی ادارہ، اس کی اشاعت کا ذمہ لیں، تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے علوم کا مستند ذخیرہ عام ہوسکتا ہے۔''(۷۳)

یہ نسخہ یا مجموعۂ فتاویٰ، طول ۲۰، عرض ساڑھے تیرہ سینٹی میٹر ناپ کے، ایک سو انہتّر [۱۶۹] اوراق پر مشتمل ہے، فی صفحہ عموماً چودہ سطریں ہیں، نستعلیق کا متوسط قلم اور صاف تحریر ہے، آخر میں ترقیمۂ کاتب یا کوئی ایسی علامت نہیں ہے، جس سے اندازہ ہو کہ کس کا نقل کیا ہوا ہے، کب اور کہاں لکھا گیا تھا۔ لیکن جگہ جگہ فتاویٰ کے آغاز پر، حضرت شاہ صاحب کے نام کے ساتھ، سلمہ اللہ تعالیٰ یا سلمہ العزیز موجود ہے، آخر میں ایک مختصر رسالہ، احوال وفات نبوی [علیہ السلام] پر ہے، یہ بھی حضرت شاہ صاحب کی تالیف ہے۔ یہ مجموعہ اب بھی اچھے حال میں اور لائق استفادہ ہے، یہ نسخہ مولانا قاضی اطہر مبارک پوری نے، کاندھلہ کے ایک سفر کے دوران، چند اور اہم مخطوطات کے ساتھ، ناچیز راقم سطور کو عنایت فرمادیا تھا، اس لئے اب میرے ذخیرہ میں محفوظ ہے۔

آئندہ سطور میں اس مجموعۂ فتاویٰ کے رسائل ومندرجات کی ایک فہرست دی جارہی ہے، جس سے اس کی اہمیت ومعنویت کا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جب ایمان والوں کو گھیرا جاتا ہے

مولانا اعجاز ثاقب عمری 9448324654

اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 52 میں اس موضوع پر بہت دلچسپ، چشم کشا انکشافات کئے ہیں اور کہا ہے:

فترى الذين في قلوبهم مرض يسارعون فيهم يقولون نخشى أن تصيبنا دائرة ...."(پھر آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے دلوں میں روگ ہے کہ وہ دوڑ کر ان (یہودیوں) میں جاتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ کہیں ہم کو کوئی مصیبت نہ گھیر لے)

یہ اور اس کے اوپر کی آیت اور بعد کے دو رکوع کو موجودہ نیشنل رجسٹریشن آف انڈین سٹیزن شپ کے دور میں بالخصوص موجودہ الیکشن کے دور میں دیکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ رب العالمین نے ہم مسلمانوں کے موجودہ حالات میں ہمیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے، اس کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔

عرب وعجم کے مسلمان بالخصوص بھارت اور غزہ کے مسلمان اسی نسل پرستوں کی سازشی چکی میں پس رہے ہیں، اور غلطی سے انہیں ظالموں کو اپنا مسیحا مان کر پچھتا بھی رہے ہیں، فرق صرف اِتنا ہے کہ غزہ کے مسلمانوں نے اب کی بار اپنے دشمن (صیہونیوں) کو تاڑنے میں غلطی نہیں کی، ورنہ بھارت کا مسلمان؛- DNA رپورٹ کے آجانے کے باوجود، اور برہمنوں کے خود کو یہودی ہونے کے اعلان کے باوجود، ملک کی خارجہ پالیسی میں بھارت کو گریٹر اسرائیل کا حصہ بنائے جانے کے منصوبہ کے باوجود ان یوریشین یہودیوں کی پانچ نیشنل پارٹیوں میں سے کسی نا کسی پارٹی سے ہاتھ ملانے کے لئے بے تاب ہیں، جب کہ ان آیتوں کی روشنی میں سچے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی واقف کر دیا ہے کہ کمزور دل/منافقت والے ہی ان ظالموں کا سہارا لیتے ہیں جو ایمان والوں کی موجودہ زبوں حالی کا ذمہ دار ہیں اور اگر ایسا کرتے ہیں تو ان کے مقدر میں پچھتاوا کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہونے والا ہے۔

ان آیتوں میں بیان کردہ بحث میں مسلمانوں کے دنیاوی نقصان کا تذکرہ تو ہے ہی، اس سے بڑھ کر ان کے دین کا، دعوت کا، اللہ پر توکل کا، رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام سے تعلق کا، نو واردین اسلام کا، مسلم سماج کا، مدعو سماج کا، غرض آخرت کے عظیم خسارہ کا تذکرہ مضمر ہے، اور انہیں آیتوں میں ان خدشات پر گفتگو کی گئی ہے جس میں تبدیلی قوم کا تذکرہ ہے۔

بظاہر ان آیتوں میں یہود ونصاری سے بے اعتنائی اور مسلم سماج پر اعتماد کو موضوع بحث بنایا گیا ہے، مگر اس میں مسلم سماج کی اصل دعوتی ذمہ داری کو واضح انداز میں بیان کر دیا گیا ہے کہ واقعتاً مسلمانوں کے اگر حوصلے بلند ہوں، تو دعوت کی راہ سے اللہ نہ صرف ان سے محبت کرے گا، بلکہ وہ دلیر قوم اللہ سے محبت کی خاطر مؤمنوں کے حقوق کی پاسدار بنے گی، وہ کافروں پر غلبہ پائیں گے، اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرنے والے ہوں گے، لوگوں کی طعن وتشنیع سے بے پرواہ رہیں گے، نمازوں کے پابند بنیں گے، تو زکوۃ کے نمائندے۔ الغرض یہی وہ ایمانی کیفیات والے ہیں جن

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

پر اللہ کا خصوصی فضل ہوگا، اور وہ اللہ کے اس گروہ میں شامل ہو جائیں گے جو غالب ہوں گے۔ اور پھر جن لوگوں سے کنارہ کشی کی تعلیم دی گئی ہے اس کے وجوہات پر بھی گفتگو کی گئی ہے کہ وہ لوگ دین کا مذاق بناتے ہیں۔

بالخصوص یہ وجوہات کہ اذان سے ان کو چڑ ہے،، گناہ، سرکشی، سودخوری، لوٹ کھسوٹ اور انتخابات کا سٹہ بازار نے انہیں، اسلام، مسلمان، مسلمانوں کی دعوت اور ملک کے آئین کے خلاف بنادیا ہے، تو اس قسم کے نسل پرستوں کا سماجی بائیکاٹ ہونا چاہیئے، اور ملک وملت کی سالمیت کی بقاء کی خاطر ان یوریشین یہودیوں کو قرآن کی رُو سے سبق سکھانا چاہیئے، اور ہمیں یقین ہونا چاہیے کہ قرآن اور نبی کی تعلیمات نیز صالحین امت کی تائید میں واقعتاً اللہ کی مدد ہے۔ ورنہ...............؟

قند مکرر

غزل

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو — ہر بات میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو
ہم تم ہوں شب وصل اکیلے، تو مزا ہو — ہم سے ہوادب دور، حیا تم سے جدا ہو
آئے جو مری لاش پہ، وہ طنز سے بولے — اب میں ہوں خفا تم سے کہ تم مجھ سے خفا ہو
جواُن سے ادا ہوتی ہے کہتا ہے مرا دل — اس پردے میں اللہ کرے میری قضا ہو
مہمانِ چمن آج ہے میرا گلِ نازک — کہہ دو کہ دبے پاؤں رواں بادِ صبا ہو
گھبرا کے وہ بولے جو سنا شورِ قیامت — دیکھو مرے عاشق کا جنازہ نہ اٹھا ہو
آئے جو دمِ نزع کہا ہنس کے سدھارو — پریوں کو تو چاہا بہت اب حوروں کو چاہو
کیا شوق تھا مرقد سے قیامت میں پہنچنا — کہتا ہوا اب وعدۂ دیدار وفا ہو
جھنجھلا کے سزا دیں وہ مجھے ہاتھ سے اپنے — ایسی کوئی اے دل جو خطا ہو تو مزا ہو
ہر رنگ میں ہے یار نیا رنگ تمہارا — بے پردہ جو شوخی ہو تو در پردہ حیا ہو
وحشت کو مری ساتھ مرے دفن نہ کرنا — گھر خانہ خرابی کا مرے گھر سے جدا ہو
تو صورتِ دریا ہے حبابِ اہلِ جہاں ہیں — تیرا ہے تری راہ میں سر جس کا فدا ہو
ہنس ہنس کے چھری پھیر گلے پر مرے قاتل — آخر کی تڑپ ہے یہ کچھ اس میں تو مزا ہو
نیرنگیِ حسن ان کی یہ کہتی ہے شبِ وصل — چتون میں شرارت ہو تو آنکھوں میں حیا ہو
رحم اس دلِ پُر داغ پر اے الفتِ مژگاں — کانٹوں میں نہ کھینچ اس کو جو پھولوں میں تلا ہو
اس وہم سے گندھوانے میں چوٹی کی وہ جھجکے — مشاطہ کا بہروپ نہ عاشق نے بھرا ہو
اٹھ جاتے ہیں محفل سے جو ہوجاتی ہے گل شمع — ڈرتے ہیں کہ مجھ سے نہ ملی بادِ صبا ہو
کیا ربط ہے سینے سے کھنچے تیر تو پیکاں — ناوک سے جدا ہو مرے دل سے نہ جدا ہو
لا یا مہِ نو بدر کا آئینہ بغل میں — اتنا بھی نہ اپنا کوئی مشتاقِ لقا ہو
کیا ہاتھ میں درکار امیر ان کو ہے مہندی — چھو لیں گلِ عارض تو وہی رنگِ حنا ہو

حضرت امیر مینائی مرحوم

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مسلم علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے سابق ڈائریکٹر اور ممتاز سیرت نگار

پروفیسر یاسین مظہر صدیقی ندوی سے ایک ملاقات

از: رانا محمد آصف

محمد یٰسین مظہر صدیقی 26 دسمبر 1944ء کو اُتر پردیش میں پیدا ہوئے، والد کا نام مولوی انعام علی تھا، بتاتے ہیں کہ والد نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر میرا پہلا بیٹا پیدا ہوا تو اسے عالم دین بناؤں گا

اپنے آبائی اور ایک تاریخی قصبے گولا سے باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا، جس کے بعد 1953 میں لکھنؤ چلے گئے۔ وہاں ندوۃ العلماء سے 1959ء میں 'عالم' اور 1960ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے 'فاضل ادب' کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد والد کی خواہش پر شادی ہوگئی۔ والد نے میڈیکل اسٹور کھول کر دے دیا لیکن انھیں اس میں دلچسپی نہ تھی، والد نے یہ دیکھ کر وجہ معلوم کی تو بتا دیا کہ اگر مجھے دینی علوم پڑھ کر بھی یہی کام کرنا تھا تو پڑھنے کا کیا فائدہ؟ جو پڑھا تھا، وہ بھی اب بھولتا جا رہا ہے۔ اس پر والد نے دوبارہ تعلیم کا سلسلہ شروع کرنے کی اجازت دی۔ اب انہوں نے انگریزی تعلیم کا آغاز کیا۔ جامعہ ملّیہ میں ہائیر سیکنڈری میں داخلہ لے لیا، 1960ء سے 1962ء تک ہائیر سیکنڈری کیا اور پھر بی اے میں داخلہ لے لیا۔ 1968ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم اے کا آغاز کیا۔ 1969 میں ایم فل مکمل کیا اور 1970 میں ادارے کے شعبہ تدریس سے وابستہ ہوگئے۔ 1975 میں پی ایچ ڈی مکمل ہوئی۔ شعبہ تاریخ میں تقرر ہوا، اور 14 سال خدمات کے بعد 1983ء میں شعبہ علوم اسلامیہ میں ریڈر ایسوسی ایٹ پروفیسر بنا دیا گیا۔ 1991 میں فل پروفیسر ہوگئے۔ مسلم علی گڑھ یونیورسٹی میں ڈائریکٹر شعبہ علوم اسلامیہ کی ذمہ داری انجام دیتے رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کو یونیورسٹی کے ذیلی ادارے ''شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل'' کا سربراہ بنا دیا گیا۔ آپ کو شاہ ولی اللہ ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ پروفیسر یٰسین کہتے ہیں کہ سیرت نگاری کی جانب راغب کرنے والے محرک اول والد محترم تھے، اساتذہ میں مولانا سعید الرحمٰن اعظمی صاحب جو ندوہ میں مہتمم بھی ہیں، وہ ابتدا میں استاد نہیں تھے لیکن انہوں نے تربیت اور تصنیف کے کام پر بہت توجہ دی۔ مولانا رابع حسنی ندوی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے کسب فیض کیا، اسی طرح مولانا اسحاق سندیلوی، جو پاکستان آ گئے تھے، حدیث کے استاد رہے، انہوں نے لکھنے کی بہت حوصلہ افزائی کی۔ جامعہ میں اپنے دو شیعہ اساتذہ مجاہد حسین زیدی اور قیصر زیدی کو بہت محبت سے یاد کرتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی نے کئی موضوعات پر قلم اٹھایا لیکن سیرت نگاری کے شعبے میں خدمات سے آپ کی پہچان بنی۔ آپ کی عربی، اردو اور انگریزی زبان میں متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں اور دیگر موضوعات اور بالخصوص سیرت النبی ﷺ پر آپ کے پانچ سو کے قریب مقالات مختلف جرائد میں شایع ہو چکے ہیں۔ اس موضوع کے اہل تحقیق آپ کو قاضی سلیمان منصور پوری، مولانا شبلی اور سید سلیمان ندوی کی روایتی سیرت نگاری کا تسلسل قرار دیتے ہیں۔ سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر آپ کی 15 سے زائد مستقل تصانیف میں مصادر سیرت نبوی ﷺ، تاریخ تہذیب اسلامی، عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت، نبی اکرم ﷺ اور خواتین: ایک سماجی مطالعہ، عہد نبوی ﷺ میں تمدّن اور دیگر مایہ ناز کُتب شامل ہیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

گزشتہ دنوں پروفیسر یسین مظہر صدیقی پاکستان تشریف لائے تو کراچی میں دعوۃ اکیڈمی کے روح رواں اور سیرت نگاری کے نمایاں محققین میں شامل ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن کے ہاں ان سے ایک نشست ہوئی، جس کا احوال آپ کے سامنے ہے۔

☆ کیا سوانح نویسی کی طرح سیرت نگاری کے بھی مختلف اسلوب ہیں؟

یاسین مظہر صدیقی: ڈاکٹر محمود احمد غازی نے سیرت نگاری کے اسالیب بیان کیے، جس کی تعبیر وتشریح ہمارے سید عزیز الرحمٰن صاحب نے فرمائی۔ دراصل سیرت نگاری تاریخ کا حصہ ہے۔ بنیادی طور پر اس کا اسلوب تاریخ ہی کا ہوتا ہے۔ البتہ دو بنیادی فرق بیان کیے جاتے ہیں، جس میں سے ایک محدثین اور دوسرا سیرت نگاروں کا اسلوب ہے۔ محدثین میں جس طرح ابن اثیر شیبانی تھے، یہ بارہویں صدی کے آدمی تھے، انھوں نے صرف حدیث کی بنیاد پر سیرت لکھی۔ موجودہ دور میں اکرم ضیاء عمری ہیں جنھوں نے حدیث کی کتابوں کو بنیاد بنا کر سوانح کی تفصیلات یکجا کی ہیں۔ لیکن چوں کہ حدیث تمام سوانح کا احاطہ نہیں کرتی مجبوراً ہمیں تاریخ سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اصلاً سیرت ہر ایک کا تاریخی بیانیہ ہی ہوتا ہے، اس میں چوں کہ قرآن سے متعلق مباحث آتے رہتے ہیں، مختلف مواقع پر ہونے والے مکالمے ہیں، جنگوں کا بیان ہے اس لیے مختلف اسلوب بھی پیدا ہوجاتے ہیں کہ یہاں کلامی مبحث ہے، یہاں دعوتی ہے۔ لیکن یہ سب کے سب بنیادی طور پر تاریخی اسالیب ہیں۔

☆ آپ نے سیرت کے مصادر و مآخذ پر بھی ایک کتاب مرتب کی، اس موضوع سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے کچھ بنیادی مآخذ ومصادر بتائیے؟

پروفیسر یاسین مظہر صدیقی: سب سے پہلے قرآن مجید ہے، اس میں آپ ﷺ کی شخصیت، خاندان، زبان و بیان اور دیگر سوانح سے متعلق باتیں موجود ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ قرآن سوانح کی کتاب نہیں، اس میں صرف اشارے ملتے ہیں۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی پوری دعوت پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد حدیث کی کتابیں ہیں جن میں تفصیلات ملتی ہیں۔ خالصتاً سیرت کی کتابوں میں ابن اسحاق، ابن ہشام، واقدی، ابن سعد اور طبری یہ چار پانچ بنیادی کتابیں ہیں۔ بعد میں لکھی جانے والی کتابیں انہی کی بنیاد پر لکھی گئیں۔

☆ مسلم سیاست کی بحث میں جب تاریخی روایات بیان کی جاتی ہیں تو ان میں سے بعض پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ محض تاریخ ہے اور اس میں بہت رطب و یابس ہے، اس بحث پر آپ کی رائے کیا ہے؟

پروفیسر یاسین مظہر صدیقی: دراصل تاریخ میں Internal evidence یا داخلی شہادت کا ایک اصول ہوتا ہے۔ اس کے بعد External evidence یا خارجی شواہد کو دیکھا جاتا ہے اور واقعاتی شہادت کو دیکھنا ہوتا ہے۔ روایات تو بہت سی ہیں اور ان میں ایک دوسرے سے متضاد روایات بھی موجود ہیں جن کی تعداد بھی زیادہ ہوسکتی ہے۔ ان میں سے صحیح روایات دیکھنا ہوتی ہیں، جن کے لیے بیان کردہ شواہد مل جاتے ہیں انھیں تسلیم کرلیا جاتا ہے اور باقی کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔ یہ سچ کو غلط سے الگ کرنے کا طریقہ ہے۔ مثلاً رسول اکرم ﷺ کی ولادت کی تاریخ سے متعلق ربیع الاول کی دو، چار، آٹھ، نو، دس اور بارہ تاریخ کی روایات ملتی ہیں۔ مختلف تاریخیں اختیار کرنے والے مختلف دلائل دیتے ہیں لیکن وہ اتنے قوی نہیں ہیں۔ ابن اسحاق نے صرف ایک تاریخ 12 ربیع الاوّل دی ہے اور بہت سے سیرت نگار 12 ربیع الاوّل بیان کرتے ہیں۔ پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے واقعات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ 12 ربیع الاوّل بہت اہم تاریخ ہے، اسی دن آپ ﷺ کی ولادت ہوئی، اسی دن نبوت ملی، اسی تاریخ کو ہجرت کی اور اسی تاریخ کو آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔ ان سب تاریخوں کو جب سامنے رکھا جاتا ہے تو خارجی اور واقعاتی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شہادتیں بھی جمع ہوجاتی ہیں اور اسے زیادہ قابل قبول تسلیم کیا جاتا ہے۔

☆ حدیث کی اسناد تو مرتب کی گئیں، یہ اہتمام تاریخ میں کیوں نہیں کیا گیا؟

پروفیسر یاسین مظہر صدیقی: شروع میں تو تاریخ کی سندیں نہیں تھیں اور شروع میں محدثین نے بھی سندوں کی پروا نہیں کی لیکن دھیرے دھیرے سندوں کا اہتمام بڑھتا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ سند کے بغیر آنے والا متن قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بعد ایک اور مسئلہ پیدا ہوگیا، لوگوں نے اپنے غلط واقعات کے لیے بھی سندیں گھڑ لیں، جعل سازی شروع ہوگئی، انہوں نے اتنا پکا کام کیا کہ سند کے اعتبار سے ان پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اب سند بھی درست ہے، متن بھی درست ہے لیکن وہ بات واقعتاً غلط ہے۔ اس کی جانچ پرکھ کے لیے ایک طریقہ اختیار کیا کہ جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ ممکن ہے بھی یا نہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے اصول قائم کیا کہ اگر کوئی واقعہ فطرت اور تسلیم شدہ واقعات کے خلاف ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسے دس بارہ اصول بیان کردیئے، چھوٹے سے عمل پر بہت زیادہ ثواب ہو یا چھوٹے سے گناہ پر بہت زیادہ عذاب ہو تو روایت کو نہیں مانا جائے گا۔ تو اس طرح بہت سے اصول بیان کردیئے گئے۔ ان اصولوں پر پرکھنے کے بعد ہی ہم صحیح یا غلط کا فیصلہ کر پاتے ہیں، پھر آپ کا جو سوال ہے تو اسے یوں دیکھنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے تاریخ کی ایک زیریں رَو چلی آرہی ہے، اس میں کوئی غیر معمولی تبدیلی نہیں کہ سب کچھ الٹ پلٹ ہوجائے۔ اُس دور سے آج تک دیکھیں تو بنیادی چیزیں قائم رہی ہیں اور حالات کے مطابق کچھ تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ ادارے ہوں، اخلاق یا حقائق ہوں وہ اپنی بنیادی جگہ پر رہتے ہیں۔ مثلاً ہمارے ہاں بعض علماء کہہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے باہر کی چیزیں نہیں لیں، لیکن یہ ان کے فہم کا قصور ہے۔ دینار و درہم باہر سے لیے گئے، اسی طرح جزیئے کا تصور باہر کا ہے، عربوں کے ہاں مرکزی حکومت کا تصور ہی نہیں تھا، آپ ﷺ نے ان چیزوں کو قبول کیا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ ایک مرکزی حکومت ہونی چاہیے تاکہ قبائلی تقسیم کی بنیاد پر ہونے والی افراتفری پر قابو پایا جائے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسے پچاسوں ادارے ہیں جو باہر سے آئے۔ اس لیے فرمایا کہ جو بھی اچھی چیز جہاں سے ملے وہ ہماری ہے، اسے ہمیں لے لینا چاہیے۔ اس لیے یہ کہنا کہ فلاں تصور بعد کے زمانے میں آیا اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ سب نے ضرورت کے تحت اسے قبول کیا۔

☆ ابتداء سے لے کر آج تک سیرت نگاری میں کیا ارتقاء ہوا؟

یاسین مظہر صدیقی: ارتقا تو ہوا ہے، لیکن عجیب و غریب معاملہ یہ ہے کہ ابن اسحاق نے جو پیٹرن قائم کردیا تھا ابن ہشام نے اسی پر عمل کیا اور بعد کے لوگوں نے بھی اسی پر کام کیا۔ جس کے مطابق واقعات کو تاریخی ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے، اس میں پہلے مکی دور آتا ہے اس کے بعد مدنی دور اسی ترتیب سے چلے آتے ہیں۔ اس پیٹرن کی اپنی خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی۔ مثلاً تاریخ کو بیان کرتے ہوئے جن مباحث کا ذکر آتا ہے ان میں سے ایسے موضوعات بھی ہوتے ہیں جن پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے وہ نہیں ہو پاتا، کیوں کہ اس سے تاریخی بیان کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً یہود سے مختلف ادوار میں جنگیں ہوئیں، تین یا چار برس میں الگ الگ ہوئی ہیں۔ لیکن تاریخ بیان کرتے ہوئے مختلف گروہوں کے ساتھ ہونے والی جنگوں کو الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ اس سے ہمیں یہ اندازہ نہیں ہو پاتا کہ مختلف ادوار میں یہود و نصاریٰ، عرب کے شمالی قبائل یا دیگر گروہوں سے رسول اللہ ﷺ کے تعلقات کی نوعیت کیا رہی۔ اس کے لیے تھیمیٹک یا موضوعاتی تناظر اختیار کیا گیا، جس کا آغاز اردو میں شبلیؒ نے کیا۔ انہوں نے ہر گروہ سے ہونے والی جنگوں کو الگ الگ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بیان کرنا شروع کیا، لیکن وہ اسے قائم نہیں رکھ سکے، کیوں کہ خیبر کے بعد سب گروہ آپس میں ملتے گئے۔ اس میں ڈاکٹر حمید اللہ نے کچھ اضافہ کیا، کچھ خاکسار نے بھی یہی کوشش کی۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی کیا تھی۔ اس طریقے پر عمل سے ایسی کتابیں وجود میں آئیں جو موضوعاتی تناظر میں لکھی گئی ہیں، جن میں خارجہ پالیسی، دیگر مذاہب کے لوگوں سے تعلقات، معاہدات وغیرہ ساری چیزیں الگ الگ آ گئیں۔ یہی طریقہ بہتر ہے۔ اسی طرح معلومات کا مسئلہ ہے، روز نئی اور قیمتی معلومات سامنے آ رہی ہیں۔ عام طور پر کہا جاتا ہے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو کچھ معلوم ہونا تھا وہ ہو چکا لیکن تلاش کرنے والے کو آج بھی کسی نہ کسی ذرائع سے نئی معلومات مل جاتی ہیں۔ معلومات ملنے کے بعد اس کی تعبیرات کی جاتی ہیں اور نئے نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے ابن اسحاق و ابن ہشام سے لے کر بارہویں صدی میں زرقانی تک آئیں تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ زرقانی نے ان تمام ماخذات سے معلومات جمع کر دیں جو آج دستیاب بھی نہیں۔ اس میں کچھ روایتیں کمزور بھی ہیں لیکن کام بہت اچھا ہے۔

☆ آپ کے خیال میں سیرت کا تھیمیٹک یا موضوعی مطالعہ روایتی انداز کے مقابلے میں بہتر اور مطلوب ہے؟

یاسین مظہر صدیقی: میرے خیال میں اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ یہ طلبا و اساتذہ اور سیرت کے قارئین کے لیے زیادہ مفید ہے۔ اگر موضوعاتی انداز نہیں ہوگا تو ہم کسی بھی موضوع سے متعلق سیرت کے پہلوؤں کو واضح انداز میں سامنے نہیں لا سکیں گے۔ مثلاً آپ ﷺ کے اپنے خاندان سے تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔ ہمارے ہاں ایک عام تاثر یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے دعوت دین کا آغاز کیا تو سب نے مخالفت کی، جب کہ ایسا نہیں تھا۔ کچھ مخالفت کرنے والے تھے اور کچھ غیر جانب دار تھے اور بعض کی رائے تھی جو کر رہے ہیں کرنے دو، اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ اس پر میں نے اور اتفاق سے ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے بھی اسی نوعیت کا کام کیا کہ اسلام کی دعوت پر قریش کا ردعمل کیا تھا۔ ایسے لوگ موجود تھے جو ایمان نہیں لائے لیکن آپ ﷺ کے معاون تھے اور سمجھتے تھے کہ اس میں عربوں کا مفاد ہے۔ یہ نئی نئی معلومات موضوعی اندازِ تحقیق کی وجہ سے سامنے آئی ہیں۔

☆ مسلمانوں کا سیرت سے جو تعلق ہونا چاہیے، کیا سیرت پر لکھا گیا لٹریچر اس کے لیے کافی ہے؟

یاسین مظہر صدیقی: کافی تو نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ سے ہمارے تعلق کو دو طرح سے بیان کیا جاتا ہے۔ ایک ہمارا آپ ﷺ سے ایمان و عقیدے کا تعلق ہے اور ایک آپ ﷺ کا تاریخ میں مقام ہے۔ حالاں کہ یہ الگ الگ نہیں، ہمارے لیے یہ لازم و ملزوم ہے۔ لیکن جو ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے آپ ﷺ کا تاریخی مقام تو ہے، دنیا کی سو عظیم شخصیات پر کتاب لکھنے والا رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ سب سے پہلے کیوں کرتا ہے حالاں کہ وہ مسلمان نہیں تھا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ اس شخصیت نے دنیا پر سب سے زیادہ اثرات مرتب کیے اور اسی بنیاد پر سب سے پہلے آپ ﷺ کا تذکرہ کیا۔ کیرم اسٹرانگ نے پہلے کتاب لکھی تو اس کا عنوان رکھا: A Biography of The Prophet اس کے بعد Muhammad:A Prophet for our time کے عنوان سے بھی کتاب لکھی، یعنی وہ بھی یہ تسلیم کرتی ہیں کہ یہ رسول ہمارے زمانے کے ہیں۔ یہ اپروچ پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور یہ درست بھی ہے۔ آپ ﷺ تو سب کے لیے تھے، پہلے لوگوں کا خیال تھا کہ آپ ﷺ صرف عربوں کے لیے آئے ہیں یا مکّے والوں کے لیے آئے ہیں۔ رفتہ رفتہ انھیں احساس ہوا کہ نہیں یہ تو ہمارے لیے بھی آئے ہیں اور پھر ثابت ہوا کہ آپ ﷺ سب کے لیے تشریف لائے۔

☆ سیرت پر مستشرقین کے اور مغرب میں ہونے والے کام کو آپ کیسے دیکھتے ہیں؟

یاسین مظہر صدیقی: اسے ہم تین بڑے حصوں میں تقسیم

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کرتے ہیں۔ پہلا دور تو خالصتاً رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی مخالفت کا دور تھا، وہ تو عناد کا زمانہ تھا جس میں اعتراضات کیے گئے۔ دوسرا دور وہ ہے جب لوگوں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، اس میں کارلائل وغیرہ شامل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بہت سی باتیں تسلیم کرنی چاہئیں۔ ایک جانب کارلائل آپ ﷺ کی شخصیت کی تعریف کرتا ہے، لیکن دوسری جانب وہ قرآن کو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ یہ ایسی الجھی ہوئی کتاب ہے کہ خدا کا کلام نہیں ہوسکتا۔ وہ چوں کہ قرآن کے طرز بیان سے واقف نہیں تھا اس لیے یہ بات کہی۔ پھر تیسرا دور آتا ہے جو موجودہ دور ہے۔ اب لوگوں نے سنجیدگی سے پڑھنا شروع کیا، وہ ابھی بھی اپنے نقطہ نظر سے اعتراض کرتے ہیں لیکن یہ اعتراض برائے اعتراض نہیں ہوتا بلکہ بنیادی طور پر ادراک کا فرق ہے۔ اب اس کا موازنہ کرلیتے ہیں۔ مثلاً اپنے انبیاء کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں کا نقطہ نظر کیا ہے، وہ نہیں ہے جو ہمارا ہے۔ وہ فلمیں بناتے ہیں اور ان کے بارے میں نامناسب باتیں بھی ان میں دکھا دیتے ہیں۔ لیکن ہم اپنے رسول ﷺ کے بارے میں یہ تصور نہیں کرسکتے۔ مجھے ایک چھوٹا سا واقعہ یاد آتا ہے، توفیق حکیم نے عربی میں ڈرامے کی ہئیت کا استعمال کرتے ہوئے سیرت کی کتاب ''محمد ﷺ'' لکھی۔ توفیق حکیم ڈرامے لکھا کرتے تھے۔ اس پر ہنگامہ کھڑا ہوگیا کہ یہ آپ ﷺ کے شایان شان نہیں ہے۔ میں نے بی اے میں یہ کتاب پڑھی، مجھے تو بہت لطف آیا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ دور آنکھوں کے سامنے ہے۔ پاکستان میں عطیہ خلیل عرب نے اس کا بہت خوب صورت ترجمہ کیا۔ اس سے معلوم یہ ہوا کہ ڈرامے کی ادبی صنف میں بھی سیرت کو لکھا جاسکتا ہے۔ طہٰ حسین نے بالکل ناول کے انداز میں لکھا اور کتنا خوب صورت لکھا ہے، وہ چھوٹی سی کتاب ہے لیکن پڑھیے اور جھومتے جائیے۔ خالصتاً ایک تاثراتی تحریر عباس محمود العقاد کی ہے، اسے پڑھ کر آپ کو نبی ﷺ کی شخصی عظمت کا اندازہ ہوگا۔ یہ ساری تبدیلیاں ہمارے یہاں آتی رہی ہیں۔

☆ برصغیر میں سیرت پر شبلیؒ کی کتاب کو ممتاز ترین مقام حاصل ہے، کیا بعد میں آنے والوں نے اسے آگے بڑھایا؟

یاسین مظہر صدیقی: کئی لوگوں نے اس کام کو آگے بڑھایا سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر حمید اللہ نے آگے بڑھایا۔ پاکستان میں اس وقت بہت کام ہورہا ہے۔ ہندوستان میں بھی اچھا کام ہورہا ہے۔ شبلی نے جس کام کا آغاز کیا تھا اسی کی روشنی میں ہم آگے بڑھے، اس شعبے میں ہمارے معلّم اوّل وہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کتاب کو سو برس ہوچکے ہیں اس میں بہت سی تبدیلیاں ہونی چاہئیں اور لوگ اس میں اضافہ کررہے ہیں۔

☆ آپ خود تحقیق سے وابستہ ہیں، برصغیر میں سیرت پر ہونے والے تحقیقی کام سے مطمئن ہیں؟

یاسین مظہر صدیقی: مطمئن تو نہیں۔ بعض لوگوں کا معیار بہت اچھا ہے، لیکن زیادہ تر لوگ صرف نقل کررہے ہیں۔ نقل کرنے میں دو خرابیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ شبلی ہی کو نقل کرتے آرہے ہیں اور اسی پر کام ہورہا ہے مثلاً شبلی کی سیرت کی جلد اوّل کا مطالعہ، جلد دوم کا مطالعہ وغیرہ۔ اس میں صرف یہ بیان کردیتے ہیں کہ اس جلد میں یہ مباحث ہیں، یا یہ خاص بات ہے لیکن اس میں اضافہ نہیں کررہے ہیں۔ اس کا فائدہ کیا ہے۔ لیکن کچھ لوگ شبلی کا تنقیدی مطالعہ کررہے ہیں، نشاندہی کرتے ہیں کہ فلاں فلاں چیزیں انہوں نے چھوڑ دیں اور ان میں یہ اضافہ ہوسکتا ہے، یہ کام مقالات اور کتابوں دونوں شکل میں آرہا ہے۔ شبلی کے ہاں بہت سی چیزیں رہ گئی تھیں مثلاً مواخات مکّی پر بعد میں کام ہوا۔ مکی دور میں رسول ﷺ نے جو تعلیم و تربیت کی تھی اور وہ کتنے افراد تھے؟ اس بارے میں مختلف آرا ہیں۔ پہلے لوگوں نے اسے 150 تک بتایا، مولانا مودودیؒ نے 139 آدمی بیان کیے، یہ بھی ناقص رائے ہے۔ یہ حلقہ بہت وسیع ہے۔ مجھے موقعہ ملا اور تفصیل بیان کی تو سیکڑوں سے اوپر تعداد چلی گئی، ہزاروں میں ہوگئی۔ اسی طرح ڈاکٹر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حمید اللہ نے کام کیا تو نئی باتیں سامنے آئیں۔

☆ مسلمان آج جس داخلی انتشار کا شکار ہیں، اس میں سیرت سے کیا رہنمائی لی جاسکتی ہے؟

یاسین مظہر صدیقی: میں ہندوستان اور پاکستان میں مدتوں سے مختلف مواقع پر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ ہمارا بنیادی کام امت کی تعمیر تھا، اس کے بغیر سلطنت و ریاست تعمیر نہیں ہوسکتی۔ پاکستان میں یہ مسئلہ ہوا کہ ریاست تو بن گئی لیکن امت نہیں بن سکی۔ میں اس کی تعبیریوں کرتا ہوں کہ پاکستان 13 برس کا مکی دور گزارے بغیر ہی مدنی دور میں داخل ہوگیا، جس کی وجہ سے مسائل پیدا ہوئے۔ ہندوستان میں خرابی یہ ہوئی کہ ہم مکّی دور ہی میں رہ گئے لیکن ہم نے معاشرے کی تعمیر نہیں کی، قیادت نہیں ہے، اجتماعیت نہیں ہے، امت میں اتحاد نہیں ہے۔ بڑا بول کیا کہیں کہ ہمارے یہاں مقامی سطح کی قیادت بھی نہیں۔ مسلکیت نے مزید بیڑہ غرق کر رکھا ہے، اس کے نتیجے میں ہمارے ہاں تنظیم یا اجتماعیت پیدا نہیں ہوسکی۔ یہی کرنے کا کام ہے۔

☆ علی گڑھ اور ندوہ برصغیر میں مسلمانوں کے قائم کردہ قدرے جدید ادارے ہیں، ان کا اثر بھی تھا۔ ان اداروں میں جو رواداری پائی جاتی تھی وہ سوسائٹی میں کیوں منتقل نہیں ہوسکی اس کا کیا سبب ہے؟

یاسین مظہر صدیقی: مسئلہ مسلکیت، تعصب اور بے خبری کا ہے۔ میں بائبل کی ایک آیت اکثر نقل کرتا ہوں:

''I am holier than thou''

یہ تصور کہ ہم تو مقدس ہیں اور آپ نالائق ہیں۔ میں تو کبھی مزاحاً کہہ دیتا ہوں کہ جس کی چھے انچ کی داڑھی ہے وہ خود کو چار انچ داڑھی والے سے برتر سمجھتا ہے، اگر اس سے چھوٹی ہے تو کسی کام کی نہیں اور داڑھی منڈا ہے تو سمجھئے مسلمان ہی نہیں ہے۔ یہ کون سا طریقہ ہم نے اختیار کر رکھا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تو یہ نہیں تھا۔ ہماری ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ ہم برائیوں پر نظر رکھتے ہیں اچھائیوں پر نہیں۔ ہم جوڑ کر رکھنے والے نہیں، توڑتے رہتے ہیں۔ ایک مغربی اسکالر نے کہا تھا کہ محمد ﷺ نے اپنے حریفوں کو ختم کرنے کے بجائے ان کا دل جیت کر اپنا حامی بنانے کی حکمت عملی اپنائی۔ کتنے ایسے لوگ تھے جو آپ ﷺ کے جانی دشمن تھے اور بعد میں آپ کے ساتھی بن گئے، اور آپ ﷺ نے کبھی زندگی بھر ایسے لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا کہ تم تو مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ ہمیں بھی اس انداز پر سوچنا ہوگا۔

☆ مسلم معاشروں میں بھی الحاد کی لہر پیدا ہوگئی ہے، اس تناظر میں سیرت نگار کی ذمے داریاں کیا ہیں؟

یاسین مظہر صدیقی: سیرت نگار کو دو کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلی بات یہ کہ رسول کریم ﷺ کو بحیثیت انسان اور کامل انسان پیش کیا جائے۔ اس لیے کہ ملحد دینی پہلو پر نظر نہیں رکھتا۔ آپ کے ساتھ اعتقاد اپنی جگہ لیکن وہ تو کسی پیغمبر کو پہلے بطور انسان دیکھنے کی اپروچ رکھتا ہے۔ میرے دو ہندو شاگرد ایک مرتبہ مجھ سے ملنے آئے۔ میں اس وقت ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز میں چلا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ سر ہمارے تو آئیڈیل آپ ہیں، آپ کا آئیڈیل کون ہے، میں نے کہا کہ تمھیں سن کر حیرت ہوگی، میرے آئیڈیل تو حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ان کے چہرے پر مجھے ناگواری کا احساس ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ پوچھو میں نے ان کا نام کیوں لیا، پھر ان سے پوچھا کہ آپ نے میرا نام کیوں لیا تھا؟ تو کہنے لگے آپ بہت اچھا پڑھاتے تھے، ہمدردی کرتے تھے۔ پڑھانے میں خیال کرتے تھے، کبھی ہندو مسلم کا فرق نہیں کیا، ہماری حوصلہ افزائی کی، ہمارے ذاتی مسائل میں بھی مدد کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا چلئے یہ تو واضح ہوگیا، میں اب آپ کو صرف ایک بات بتاتا ہوں۔ حضرت محمد ﷺ نے حکم دیا کہ مجھے تنہائی میں یا سب کے سامنے جو کرتے دیکھو سب کے سامنے بیان کردو۔ وہ طالب علم ایک دَم سنّاٹے میں آگئے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم سوچ سکتے ہو کہ میں یا کوئی اور یہ بات کہے کہ مجھے جو کرتے دیکھو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بیان کردو۔انہوں نے جواب دیا نہیں کرسکتے، میں نے کہا کہ اُن کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ فرمایا جو کرتے دیکھو بیان کردو۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ یہ بات وہی کرسکتا ہے جس کی زندگی سب کے سامنے ہو اور صحیح ہو۔ یہاں ہزارہ یونیورسٹی میں مجھے بچوں نے گھیر لیا اور کہا کہ ہم آپ سے اپنے اساتذہ کی غیر موجودگی میں الگ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، انہوں نے بھی الحاد کے بارے میں سوالات کیے۔ایک طالب علم نے کہا کہ میرا ایک دوست بڑا پابند صوم وصلوۃ تھا، اس کے والد کا ایک حادثے میں انتقال ہوا تو بالکل خلاف ہوگیا اور سب نے اسے چھوڑ دیا۔ میں نے کہا کہ یہ بالکل غلط بات ہے، اب اس کے ساتھ اور میل ملاپ رکھو۔اس کا ہاتھ بٹاؤ، اس کے دکھ درد بانٹو، اس کی مدد کرتے رہو۔اسے بتاؤ کہ کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جن پر ہمارا اختیار نہیں ہوتا۔جس حادثے میں تم والدین سے محروم ہوئے اس میں اور بھی تو کتنے لوگ تھے جو جان سے گئے۔اسی علاقے میں زلزلے سے ہزاروں لوگوں کی موت ہوئی۔ پھر حضرت محمد ﷺ بھی اس حادثے سے گزرے کہ ان کے والد تو پہلے ہی انتقال کرچکے تھے۔ پھر والدہ اور دادا کا بھی انتقال ہوگیا اور وہ تنہا رہ گئے۔ پھر وہ سوچنا شروع کرے گا، اسے اپنے گردونواح کا مشاہدہ کرنے کو کہیں۔ دھیرے دھیرے اسے یہ احساس ہونا شروع ہوگا کہ جو میرے ساتھ ہوا وہ انوکھی بات نہیں۔زندگی کے ایسے حادثات سے متاثر ہونا بھی فطری ہے۔اس لیے ایسے افراد کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے، انھیں سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ ایک مسئلہ یہ بھی پیدا ہوا ہے کہ طلبا ہوں یا عام لوگ مطالعے پر توجہ نہیں دے پاتے، تفصیلی چیزیں نہیں پڑھتے۔مطالعے کے لیے مختصر مگر جامع کتابیں کیا تجویز کریں گے؟

یاسین مظہر صدیقی: سارا مسئلہ ہی یہی ہے کہ پڑھتے نہیں ہیں۔ چاہے پروفیسر ہوں، اساتذہ ہوں یا طلبہ کوئی نہیں پڑھتا۔ اب مطالعہ کرنے والے پانچ فی صد سے زیادہ نہیں ہیں۔ مستقل مطالعہ اور تحقیق کرنا تو اور بھی کم ہوگیا۔اس میں موبائل اور انٹرنیٹ کی وجہ سے بھی خرابیاں پیدا ہوئیں، ان کی اچھائیاں بھی ہیں، لیکن مطالعے کی عادت ختم ہوگئی۔معلومات اور علم میں فرق کرنا چاہیے۔ معلومات تو ڈھیروں ڈھیر مل جاتی ہے، لیکن علم رفتہ رفتہ آتا ہے اور اس کا تعلق قلم وکتاب سے ہے۔ بنیادی کتابوں میں ڈاکٹر حمید اللہ کی ''محمد رسول اللہ ﷺ''، مارٹن لنگز کی کتاب کا ترجمہ ہوچکا ہے وہ بھی اہم ہے۔میری تصنیف ''تاریخ تہذیب اسلامی'' کی جلد اول پڑھ سکتے ہیں۔ نوجوان طبقے کے لیے نعیم صدیقی کی ''محسن انسانیت ﷺ'' ہے۔ بچوں کے لیے ''رحمت عالم ﷺ'' اور ''محمد عربی ﷺ'' اور مائل خیرآبادی کی کتابیں ہیں۔

☆ آپ جامعہ علی گڑھ میں ''شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل'' کے سربراہ بھی رہے، وہاں کیا کام ہورہا ہے؟

پروفیسر یاسین مظہر: وہاں کام رک تو گیا ہے لیکن انفرادی طور پر لوگ کام کررہے ہیں، ریسرچ سیل تو بند ہے۔طلبا میں شوق پیدا ہوا ہے اور اسپیشل اسٹڈی آن شاہ ولی اللہؒ کا کورس بھی ڈیزائن کیا گیا ہے۔ وہاں پڑھنے والوں کا معیار بھی بہت اچھا ہے۔ اسلامک اسٹڈیز، اردو اور تاریخ کے اساتذہ بھی اس موضوع پر اچھے مضامین لکھ رہے ہیں۔

☆ ہندوستان میں ''گھر واپسی'' کی مہم بھی شروع ہوئی اور بالخصوص اتر پردیش میں مسلمانوں میں ارتداد کی لہر اٹھنے کی اطلاعات بھی آتی رہی ہیں، اس حوالے سے کچھ بتائیے؟

پروفیسر یاسین مظہر: یہ سلسلہ آج کا تو نہیں، شدھی سنگٹھن تو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ راجستھان اور یوپی کے بہت سے ایسے علاقے ہیں جہاں رہنے والے مسلمان صرف نام کے مسلمان ہیں وہ کلمہ نہیں جانتے، نماز روزہ نہیں جانتے، ان کے رسم ورواج اور لباس تک ہندوانہ ہیں۔بس فرق اتنا ہے کہ وہ ختنہ کرتے ہیں اور ذبیحہ کھاتے ہیں۔ ان علاقوں میں تبدیلی مذہب زیادہ ہوئی۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے اصل میں مذہب تبدیل نہیں کیا بلکہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

صرف دکھاوے کے لیے ایسا کیا ہے۔لیکن یہ سلسلہ جاری ہے۔ ''گھر واپسی'' مہم کے مقابلے میں ہم نے بھی ایک مہم شروع کی ہے، ہمارے ہاں کچھ تنظیمیں ہیں جو تبلیغ کا کام کرتی ہیں، اس میں جماعت اسلامی کے لوگ بھی شامل ہیں، مدراس میں اس کا ایک مرکز بنایا گیا ہے جو گھر واپسی کے بارے میں کہتا ہے کہ ہاں یہ درست ہے، آپ کا اصل گھر اسلام ہے تو اس کی طرف لوٹ آؤ۔ اس حوالے سے کام ہو رہا ہے۔

☆ کیا مسلمانوں میں وہاں اس حوالے سے اجتماعی فکر پائی جاتی ہے؟

پروفیسر یاسین مظہر: ساری خرابی کی جڑ ہی یہی ہے کہ اجتماعی فکر نہیں اور نہ ہی اجتماعیت۔ اداروں اور مسلکی اختلافات کی وجہ سے کوئی مرکزی قیادت بھی سامنے نہیں آتی، ایک ہی تنظیم یا ادارے میں کئی کئی گروہ بنے ہوئے ہیں۔ پہلے صوفیاء کے نام پر تقسیم نہیں ہوتی تھی اب یہاں بھی یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ ندوہ، دارالمصنفین اور بھوپال ایک ہی ادارے کے ہیں لیکن ان میں بھی باہمی اختلاف رہتے ہیں۔ اصل مسئلہ چودھراہٹ کا ہے جس کی وجہ سے دینی، سماجی اور سیاسی طور پر ہندوستان کا مسلمان متحد نہیں۔ ہمارے مقابلے میں جنوبی ہند کے لوگ زیادہ منظّم ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو ان کے ہاں تعلیم کا عام ہونا ہے اور دوسرا یہ کہ ان میں ملّی احساس بھی ہے۔ وہاں کئی اہم ادارے قائم ہوئے ہیں۔ گلبرگہ میں سجادہ نشین کی زیر نگرانی کالجز، مدرسے اور ٹیکنیکل ایجوکیشن، میڈیکل کالج، ڈگری کالج وغیرہ قائم کیے گئے ہیں۔ ہمارے ہاں علی گڑھ میں مارہرہ سے تعلق رکھنے والے البرکات کے لوگوں نے پورا تعلیمی نظام قائم کیا ہے۔

☆ ایک منفرد تصنیف ''عہد نبوی ﷺ میں تمدّن'' یہ ایک منفرد موضوع تھا، اس پر کتاب لکھنے کا خیال کیسے آیا؟

یاسین مظہر صدیقی: اس کتاب کے مقدمے میں ہم نے تفصیل سے اس کی وجہ تالیف بیان کی ہے۔ مولانا علی میاں صاحب کے ایک پھوپھا مولانا طلحہ حسنی یہاں اورنٹل کالج لاہور میں ہوتے تھے۔ ہم مولانا علی میاں کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ان کا انتظار کر رہے تھے اور بہت مضطرب تھے۔ باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ وہ تیس برس سے عہدِ صحابہؓ میں تمدن پر مواد جمع کر رہے ہیں۔ جب وہ تشریف لائے تو ہم نے ان سے پوچھا کہ عہد نبوی ﷺ میں تمدن کے موضوع کا آپ نے انتخاب کیا ہے تو اس سے آپ کی مراد کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس دور کے کھانے، رہن سہن، برتن، ناپ تول کی چیزیں، لباس وغیرہ ان چیزوں کے بارے میں معلومات کو یکجا کرنا ان کا مقصد ہے، معلومات جمع تو کر لی ہیں لیکن اب ہمت ٹوٹ گئی ہے، مواد جمع ہے لیکن غالباً وہ مواد یوں ہی رہ جائے اور زندگی وفا نہ کرے۔ ہم نے کہا کہ آپ یہاں دو ماہ رکیں گے، آپ ہمیں املا کروا دیجیے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ مشکل کام ہے اور اب تمہی لوگ یہ کام کرو گے۔ اسی وقت میں نے دل سے دعا کی اے پروردگار اگر مولانا یہ کام پورا کر دیں تو بہت اچھی بات ہے ورنہ یہ خدمت میرے حصے میں آئے۔ مولانا علی میاں ندوی کے بیان مطابق مولانا طلحہ نے انہیں سارے مسودے اور بیاضیں بھیج دی تھیں، لیکن مولانا علی میاں اپنی مصروفیات کی وجہ سے نہ تو خود اس پر کام کر سکے اور نہ کسی اور سے یہ کام کروا پائے اور یہ سب مواد کہاں گیا یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا۔

خاکسار نے مولانا طلحہ ندوی حسنیؒ کے بیان کردہ خاکے سے پیدا ہونے والی آرزو کے لیے جو دعا کی تھی وہ قبول ہوئی۔ اس موضوع پر طویل عرصہ مواد جمع کرنے کے بعد اس موضوع پر کتاب مکمل ہوئی۔ بعد میں میں نے اس کتاب میں مذکور عہد نبوی ﷺ میں رائج کھانے خود بھی پکا کر کھائے، بہت لطف آیا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سلسلہ مسلم خواتین

روشن آرا بیگم

مولانا محمد اسحاق بھٹی

روزنامہ 92 نیوز کی 18 نومبر 2018 کی اشاعت سے ماخوذ

اورنگ زیب عالم گیر کی بہن جو اپنی معاملہ فہمی اور روشن ضمیری کے باعث عالمگیر کے نزدیک بہت وقعت رکھتی تھی۔

مغلیہ خاندان میں روشن آرا بیگم کو بعض خصوصیات کی بنا پر نہایت عزت واکرام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ ہندوستان کے مشہور بادشاہ شاہ جہاں کی بیٹی اور اورنگ زیب عالم گیر کی بہن تھی، یکم رمضان المبارک ۱۰۲۶ھ (ستمبر ۱۶۱۷ء) کو پیدا ہوئی۔ یہ خاتون خصائل حمیدہ اور شمائل پسندیدہ کی حامل تھی۔ اس کے باپ شاہ جہاں کا سلسلۂ نسب دس واسطوں سے امیر تیمور تک پہنچتا ہے۔ روشن آرا بیگم اپنی معاملہ فہمی اور روشن ضمیری کے باعث اورنگ زیب کے نزدیک بہت وقعت رکھتی تھی اور وہ تمام اعزہ واقارب پر اسے فوقیت دیتا تھا۔ سلطنت کے بہت سے بنیادی امور میں اس کے مشورے کو اہمیت دی جاتی تھی۔ یہ حسن ظاہری سے بھی متصف تھی اور حسن باطنی سے بھی۔

شاہ جہاں ملکی وخاندانی معاملات میں اس سے مشورے لیتا تھا۔ اس سلسلے میں اورنگ زیب عالم گیر بھی باپ کے نقش قدم پر چلا۔ اس نے روشن آرا کو وہی مقام عطا کیا جو اسے باپ کے زمانے میں حاصل تھا۔

۱۰۷۰ھ (۱۶۶۰ء) کا زمانہ اورنگ زیب عالم گیر کے لئے پریشانی اور ذہنی کوفت کا زمانہ تھا۔ اس سال وہ راجہ کرن کی مہم پر روانہ ہونے کے لئے پر تول رہا تھا۔ اس مہم پر روانہ ہونے سے پہلے اس نے حسب معمول امراء ووزراء اور فوجی افسروں کا دل بڑھانے کے لئے بہت بڑی تقریب کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ مہم کی اہمیت کے پیش نظر مدعوئین کی فہرست بڑی وسیع تھی اور اس میں تمام جاں نثارانِ سلطنت اور بہی خواہان مملکت کو دعوت شرکت دی گئی تھی۔ جب اس عظیم الشان تقریب کے انتظامات مکمل ہوگئے اور سامان جشن کلی طور پر فراہم کرلیا گیا تو اورنگ زیب تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا اور تمام ارکان دولت، اصحاب منصب اور اہل دربار حسب مراتب اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ سب نے شاہانہ طریق سے بادشاہ کو ہدیہ تبریک پیش کیا اور بادشاہ کی درازی عمر کے لئے دست بدعا ہوئے اور اللہ کے حضور فتح وکامرانی کی التجا کی۔ بادشاہ نے جواب میں حاضرین کو ان کے منصب کے مطابق خلعت خاص اور انعامات گراں بہا سے نوازا۔

اس موقع پر اس کی یہ بہن بھی جو ظاہر ہے بہن ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی سب سے زیادہ خیر خواہ اور اس کی فتح کے لئے مخلص تھی، حاضر دربار ہوئی اور اللہ کے حضور دعائے خیر کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ بادشاہ بہن کی دعا اور دربار میں تشریف آوری سے نہایت خوش ہوا اور دو ہزار اشرفیاں نذر کیں جو اس سراپا سخاوت خاتون نے اسی وقت غرباء ومساکین میں تقسیم کردیں اور ان غرباء سے بھی جو اپنی خستہ حالی اور غربت ومسکنت کی وجہ سے دربار میں نہیں جاسکتے تھے، اس مہم میں بھائی کی فتح کے لئے درخواست دعا کی۔ چنانچہ ان لوگوں نے نہایت عاجزی سے دعا کی اور اورنگ زیب کے لئے اللہ کی نصرت واعانت کے لئے ملتجی ہوئے۔ اس موقع پر روشن آرا بیگم نے جو الفاظ ہندوستان کے رفیع المرتبت حکمراں سے کہے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں، فرمایا:

''اے شہ ہند، میں اس لئے آپ کی خیر خواہ اور ہمدرد ہوں کہ آپ میرے بھائی ہیں اور آپ کا اور میرا رشتہ نہایت گہرا اور قریب کا ہے۔ میں اپنے خونی رشتے کی بنا پر قدرتاً آپ کی حامی ہوں۔ آپ کی بدخواہی کا کبھی تصور بھی نہیں کر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سکتی۔ یہ لوگ جن کو آپ نے خلعت وانعامات سے نوازا ہے، آپ کے امراء، وزراء، منصب دار، اصحاب عز و جاہ، اہل حکومت اور ذی اقتدار لوگ ہیں لیکن یہ لوگ جنھیں عوام کہا جاتا ہے، نہ ارباب عسا کر میں شامل ہیں، نہ حکومت وفرماں روائی میں ان کا کوئی حصہ ہے اور نہ عہدہ ومنصب سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ آپ کے لئے ان کی دعا محض اخلاص پر مبنی ہے اور اس قسم کی دعا اللہ کے حضور درجہ قبولیت حاصل کرتی ہے۔ اگر آپ اللہ سے حقیقی نصرت واعانت کے خواہاں ہیں تو غرباء ومساکین کی خبر گیری اور ان کی معاونت کو اپنی زندگی کا جزو بنا لیجئے۔ یہ لوگ مستجاب الدعوات ہیں اور دنیا میں بے وسیلہ وناتواں ہونے کی وجہ سے اللہ کے نزدیک خاص قدر و منزلت کے حامل ہیں۔''

اورنگ زیب بہن کی اس نصیحت سے نہایت خوش ہوا اور عہد کیا کہ ہمیشہ غرباء اور مستحقین کا خیال رکھے گا اور کوئی ایسا اقدام نہیں کرے گا جو معاشرے کے کم زور اور ضعیف افراد کے خلاف جاتا ہو۔

بادشاہ شاہ جہاں جب مسند آرائے حکومت ہوا تو پورے ملک میں مسرت کا اظہار کیا گیا تھا اور ہندوستان کا گوشہ گوشہ بہجت وشادمانی کا مرقع بن گیا تھا۔ شعراء نے اس قسم کے شعر کہہ کر اس کی تخت نشینی پر ہدیہ تبریک پیش کیا تھا:

شہ گیتی ستاں جمشید ثانی — سرافرازی وتاج کیانی
خدا خواند ازاں شاہ جہانش — مسخر شد زمین وآسمانش

تاج پوشی کی ان ساعتوں میں سب لوگ خوش تھے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر شے فرط مسرت سے رقصاں اور ہر متنفس محو نشاط ہے۔

وزاں جشن فرح بخش و طرب خیز
ہمانان شد زمین از عیش لبریز
نہ تنہا ساز عشرت شد طرب ساز
کہ برگ عیش عالم شد خدا ساز
جہان امروز داد خورّ می داد
زمادر گوئے اندم خورّمی داد

خوشی کی ان گھڑیوں میں دربار سے فارغ ہو کر شاہ جہاں حرم سرائے میں آیا تو جن خواتین نے اسے مبارک باد دی، ان میں اس کی بیٹی روشن آرا بیگم بھی شامل تھی۔

بادشاہ نے اس موقع پر خواتین قصر شاہی کو کئی لاکھ اشرفیاں عطا کیں۔ روشن آرا بیگم کو ایک لاکھ اشرفی سے نوازا۔ لیکن اس مخیّر خاتون نے یہ تمام اشرفیاں اسی وقت حسب معمول غرباء ومساکین میں تقسیم کر دیں۔ اس نے مستحقین کی ایک فہرست بنا رکھی تھی۔ مہینے میں جو رقم اسے خرچ کے لئے باپ اور بھائی کی طرف سے ملتی، سب تقسیم کر دیتی۔ یہ فراخ حوصلہ اور وسیع القلب خاتون تھی۔ سب سے خندہ پیشانی سے ملتی اور ان کے کام آتی۔ خود بادشاہ کے لئے جیسا کہ عرض کیا گیا، بہت بڑا سہارا تھی۔ ہر مشکل موقع پر بادشاہ اس سے مشورہ لیتا اور اس کی رائے پر عمل کرتا۔ عبادت گزار اور عابدہ وزاہدہ خاتون تھی۔ غیبت اور بدگوئی سے متنفر تھی۔ اس کی انہی خوبیوں کی بنا پر شاہ جہاں اس پر اعتماد کرتا تھا اور اس کے بعد اورنگ زیب عالم گیر کی بھی یہ مشیر تھی اور وہ اس کی رائے کو صائب قرار دیتا تھا۔

روشن آرا بیگم نے جمعرات کے روز ۱۷ر جمادی الاولی ۱۰۸۲ھ (ستمبر ۱۶۷۱ء) کو انتقال کیا۔ اس کی موت سے عالم گیر کو بے حد صدمہ ہوا۔ اس نے پہلے تو ضبط وصبر سے کام لینے کی کوشش کی لیکن جب تجہیز وتکفین کا وقت آیا تو ضبط کے بند ٹوٹ گئے اور زار وقطار رونے لگا۔ آخر صبر کے سوا چارہ نہ تھا۔ دوبارہ دل پر قابو پر قابو پایا اور بہن کی تجہیز وتکفین کا انتظام کیا۔ اس کو زیادہ تکلیف اس بات کی تھی کہ روشن آرا بیگم زندگی میں اس کا عظیم سہارا تھی اور اس کے مشوروں کو وہ بہت اہمیت دیتا تھا۔ غریبوں اور ناداروں کو اس کی موت سے بالخصوص دکھ ہوا، کیونکہ یہ ان کی مددگار تھی اور اس طبقے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تجزیہ

ہندوستان میں وقف
اور اس کی تاریخی اہمیت

— جناب محمد علم اللہ

سے اس کو خاص تعلق خاطر تھا۔

ہندوستان میں مسلم اوقاف اور وقف زمینوں کے مسائل کے موضوع پر ایک معلوماتی تحریر

دہلی ڈیولپمنٹ اتھارٹی (ڈی ڈی اے) کے ذریعے سے جنوبی دہلی کے تاریخی مہرولی علاقے میں صدیوں پرانی اخونجی مسجد اور کئی دیگر مذہبی یادگاروں کے حالیہ انہدام نے تاریخ دانوں اور ثقافتی شائقین کو پریشان کر دیا ہے۔ مہرولی میں حالیہ انہدام کے علاوہ، سنہری مسجد اور لوٹینز دہلی کی سنہری باغ مسجد جیسے تاریخی اور منفرد ثقافتی خزانے کا مستقبل بھی ڈی ڈی اے کے ریڈار پر دکھائی دیتا ہے۔

سوال یہ اٹھائے جا رہے ہیں کہ کیا یہ جائیدادیں وقف زمینوں کے دائرہ کار میں آتی ہیں۔ اس مضمون کا مقصد وقف کے تصور پر روشنی ڈالنا ہے اور یہ جاننے کی کوشش کرنا ہے کہ اس نے اس طرح کی توجہ کیوں مبذول کرائی ہے۔

سب سے پہلے یہ سمجھیں کہ وقف کیا ہے اور اس کی تاریخ کیا ہے؟۔ ملک بھر میں کتنے وقف بورڈ ہیں؟ آیئے ان سوالات کی گہرائی میں جائیں۔

وقف کی ابتدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے ہوتی ہے۔ انھوں نے جائیداد کو خیرات میں دینے کے عمل کی حوصلہ افزائی کی تاکہ اسے فروخت، وراثت یا برباد نہ کیا جا سکے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی سے کمیونٹی کو فائدہ ہو۔ خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے قیمتی زمین وقف کے طور پر ہبہ کی تھی۔ اس کے بعد سے یہ طے ہو گیا تھا کہ وقف میں مذہبی یا خیراتی مقاصد کے لیے اللہ کے نام پر عطیہ کی گئی کسی بھی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ ان جائیدادوں کا مقصد معاشرے کی فلاح و بہبود ہے، جس کا واحد مالک اللہ ہے۔

ہندستان میں اسلام کی آمد کے ساتھ ہی مسلمانوں نے اپنی املاک کا وقف قائم کرنا شروع کر دیا۔ تاہم، یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مسلم حکمرانوں کے عہد میں شروع ہوا، خاص طور پر فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت (1351 سے 1388) کے دوران، لوگوں کی طرف سے وقف اقدامات کو منظم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت میں ہی ہندستان میں وقف ناموں کی تخلیق کا رواج فروغ پایا۔ کہا جاتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق نے اپنے دور حکومت میں ایک ہسپتال قائم کیا اور معالجین اور ڈاکٹروں کا تقرر کیا، ادویات فراہم کی گئیں، اور بڑی تعداد میں متعدد افراد نے اپنی جائیدادیں اسپتال کی مدد کے لیے وقف کر دیں، سب کے لیے مفت علاج کو یقینی بنایا گیا۔ مزید برآں، مشہور مدرسہ فیروز شاہی، اسی دور میں دہلی میں قائم کیا گیا، جو اپنے وقت کے بہترین تعلیمی اداروں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ اس کے کام میں مدد کرنے کے لیے، مختلف وقف قائم کیے گئے اور ان کی آمدنی کو مدرسے میں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

داخلہ لینے والے طلبہ کی فلاح و بہبود اور روزگار کے لیے مختص کیا گیا۔

شیر شاہ سوری (1529ء تا 1540ء) کے دور میں وقف نظام میں مزید بہتری دیکھنے میں آئی۔ کہا جاتا ہے کہ جب گاؤں والوں نے شیر شاہ سوری سے ان کے گاؤں میں ایک مسجد کی تعمیر میں مدد کے لیے رابطہ کیا تو بادشاہ نے اس کے بجائے انہیں ہدایت کی کہ وہ خود مسجد تعمیر کریں اور اس مقصد کے لیے زمین کا ایک ٹکڑا دیا۔ گاؤں والوں کو مسجد اور اس کی وقف املاک کی حفاظت اور نگرانی کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، جب کہ تمام اخراجات اور آمدنی کا محتاط ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ شیر شاہ اپنے دور حکومت میں تقریباً 1700 مسافر خانوں (ریسٹ ہاؤسز) کا قیام عمل میں لایا، جس نے ملک کے کونے کونے سے آنے والے مسافروں کو رہائش اور کھانا فراہم کیا، جو وقف نظام کے تحت چلائے جاتے تھے۔

شہنشاہ جلال الدین اکبر (1556ء تا 1605ء) نے بھی وقف کے نظام کو بہتر بنانے کی کوشش کی، خاص طور پر وقف املاک کی دیکھ بھال پر توجہ مرکوز کی۔ ان زمینوں پر عالی شان عمارتیں تعمیر کی گئیں، جس سے وقف املاک کو مزید مالا مال کیا گیا۔ اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وقف کا نظام پورے ملک میں پھیل گیا اور بہتری اور سماجی فلاح و بہبود کے لیے مسلسل کوشاں رہا۔

برطانوی نوآبادیاتی دور میں مسلمان اپنی زمینیں وقف کرتے رہے۔ جہاں انہوں نے اپنے آپ کو ہندوستان کی آزادی کے مقصد کے لیے وقف کیا، وہیں انہوں نے ملک کی فلاح و بہبود اور برطانوی سامراج سے آزادی کے لیے اپنی املاک کو بھی وقف کر دیا۔ مہاتما گاندھی کی عدم تعاون کی تحریک کے دوران میں مسلمانوں کی جانب سے وقف اراضی پر متعدد اسکول، کالج اور ادارے قائم کیے گئے۔ ملک کے نوجوانوں میں تعلیم، مذہبی بیداری اور تربیت کو فروغ دینے کے لیے مساجد اور مدرسوں کی تعمیر کے علاوہ، مسلمانوں نے ایسے وقف بھی قائم کیے جن سے حاصل ہونے والی آمدنی مجاہدین آزادی کی حمایت کرتی تھی آج بھی کئی ریاستوں میں کانگریس پارٹی کے دفاتر مسلمانوں کی جانب سے عطیہ کی گئی زمینوں پر قائم ہیں۔ مثال کے طور پر پٹنہ میں صداقت آشرم مولانا مظہر الحق کی زمین پر قائم ہے۔

ہندوستان میں وقف قانون کی تاریخ 1810ء سے شروع ہوتی ہے۔ ابتدائی طور پر وقف املاک کی نگرانی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ قاضیوں (ججوں) کے ذریعے سے کی جاتی تھی۔ تاہم، مغل سلطنت کے زوال کے بعد اوقاف کی حالت خراب ہونے کے بعد، اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے قوانین بنائے گئے۔ 1810ء میں، کلکتہ کے فورٹ ولیم کے تحت علاقوں کے لیے ایک قانون منظور کیا گیا تھا، اس کے بعد 1817 میں فورٹ سینٹ جارج، مدراس کے علاقوں کے لیے اسی طرح کا قانون منظور کیا گیا تھا۔ 1818 میں وقف املاک کی نگرانی بورڈ آف ریونیو اور بورڈ آف کمشنرز کو سونپی گئی۔ اس کے بعد 1863 میں تمام سابقہ قوانین کو منسوخ کر دیا گیا اور مذہبی اوقاف کو متولیوں کے دائرہ اختیار میں رکھ دیا گیا، جب کہ حکومت نے بقیہ وقف املاک کا انتظام برقرار رکھا۔ اس قانون سازی نے مذہبی وقف اور خیراتی وقف کے درمیان فرق قائم کیا۔ مزید برآں، 1890 کے چیریٹیبل انڈومنٹ ایکٹ نے خیراتی وقف جائیدادوں کو ٹرسٹ کے طور پر سمجھا، اور ان کی مستقل دیکھ بھال کے تصور کو ختم کر دیا۔

وقف املاک کو ختم کرنے کا عمل برطانوی راج میں شروع ہوا تھا۔ نہ صرف وقف املاک کو ذاتی اثاثوں کے طور پر فروخت اور منتقل کیا گیا، بلکہ انگریزوں نے ایسی پالیسیاں بھی نافذ کیں جن کی وجہ سے ان کی تباہی اور قبضہ ہوا۔ 1873 میں بامبے ہائی کورٹ نے 'وقف علی الاولاد' کے خلاف فیصلہ جاری کیا، جو آنے والی نسلوں کے لیے قائم کردہ وقف کی ایک قسم ہے۔ اس فیصلے کو بعد میں 1894 میں پریوی کونسل نے برقرار رکھا۔ تاہم جب اسی طرح کا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

معاملہ کلکتہ ہائی کورٹ میں آیا تو جسٹس عامر علی نے وقف بل کے حق میں فیصلہ سنایا۔ تاہم ان کے برطانوی ساتھیوں نے ان کے فیصلے کی مخالفت کی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ برطانوی ججوں کی اس مخالفت نے ملک میں وقف بل کے لیے احتجاج کو جنم دیا، جس سے مسلمانوں میں تشویش میں اضافہ ہوا۔

الہ آباد یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر شفاعت احمد خان کی اردو کتاب ''مملکت ہند میں مسلم اوقاف کا انتظام'' اس دور پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ہندوستان میں بہتر وقف قوانین کا مطالبہ برطانوی حکمرانی کے دوران 1875 کے اوائل میں ابھرا تھا، جب قانون سازی کے ذریعے سے وقف املاک کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ سرسید احمد خان نے 1875 میں وقف کے زیر اہتمام آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس قائم کی۔ 1887ء میں کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے دوران ہندوستان میں وقف سے متعلق ایک قرارداد پیش کی گئی۔ اسی طرح کی قرارداد 1903 میں بھی پیش کی گئی تھی۔ اس کے بعد مختلف ریاستوں اور صوبوں میں وقف بل پیش کیے گئے۔

1910 میں ہندوستان میں مسلمانوں کو تبدیلی کا موقع اس وقت ملا جب بیرسٹر سر علی امام نے حکومت ہند میں وزیر قانون کا عہدہ سنبھالا۔ انہوں نے اپنے قانونی ساتھیوں کے ساتھ وقف کے بارے میں تبادلہ خیال کیا، جس سے اہم پیش رفت ہوئی۔ قابل ذکر ہے کہ کلکتہ کے ایک مشہور وکیل خان بہادر مولوی محمد یوسف نے امپیریل کونسل میں وقف بل پیش کیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس وقت ہندوستان میں وقف علی الاولاد سے متعلق کوئی خاص قانون سازی نہیں ہوئی تھی۔

2 مارچ 1911 کو سر علی امام نے وقف بل پیش کیا جس میں اس معاملے پر مسلمانوں کے جذبات کو اجاگر کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا۔ انہوں نے وقف سے متعلق اسلامی قانون کے بارے میں غلط فہمیوں کا حوالہ دیتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا کہ بل پیش کرنے میں ناکامی مسلم برادری میں عدم اطمینان کا باعث بن سکتی ہے۔ سر علی امام نے برطانوی حکومت کے سامنے اس بل کی انتھک وکالت کی اور بالآخر امپیریل کونسل سے منظوری حاصل کی۔ اس کے نتیجے میں 7 مارچ 1913 کو 'مسلم وقف ویلیڈنگ ایکٹ 1913' نافذ کیا گیا۔ اس کے بعد سے وقف ایکٹ میں لگاتار ترمیم کی جا رہی ہے، جس میں سب سے حالیہ ترمیم ۲۰۱۳ء میں ہوئی تھی۔ فی الحال وقف ایکٹ کے آئینی جواز کو چیلنج کرنے والی ایک عرضی سپریم کورٹ میں زیر التوا ہے۔

عدالت نے زور دے کر کہا ہے کہ وقف ایکٹ ایک ریگولیٹری فریم ورک کے طور پر کام کرتا ہے جس کا مقصد وقف املاک کی حفاظت کرنا ہے۔ اس قانون کو منسوخ کرنے سے صرف تجاوزات کرنے والوں کو فائدہ ہوگا۔ مزید برآں، عدالت نے واضح کیا کہ وقف بورڈ ایک قانونی ادارہ ہے اور وقف املاک کا مالک نہیں ہے۔

یہاں پر یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ ہندستان میں کل 32 ریاستی سطح کے وقف بورڈ ہیں۔ اس کے علاوہ، ایک مرکزی وقف کونسل موجود ہے، جو ملک بھر میں وقف املاک کے تحفظ کے لیے ذمہ دار ایک خود مختار ادارہ ہے۔

سنی اور شیعہ وقف بورڈوں کے درمیان فرق کے بارے میں وقف ایکٹ کی دفعہ 13(2) میں علیحدہ بورڈوں کے قیام کے معیار کا تعین کیا گیا ہے۔ اگر کسی ریاست میں شیعہ وقف املاک کی تعداد اس ریاست کی تمام وقف املاک کے 15 فیصد سے زیادہ ہے، یا اگر شیعہ وقف جائیدادوں سے حاصل ہونے والی آمدنی اس ریاست کی تمام وقف املاک سے ہونے والی کل آمدنی کے 15 فیصد سے زیادہ ہے، تو ریاستی حکومت کو گزٹ میں نوٹیفکیشن کے ذریعے ایک علیحدہ شیعہ وقف بورڈ قائم کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

فی الحال ہندوستان کی صرف دو ریاستوں اتر پردیش اور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تعلیمی سال کے آغاز پر
نوجوان طلبہ سے چند گزارشات

مولانا سید احمد اُنیس ندوی

بہار میں الگ الگ شیعہ وقف بورڈ موجود ہیں۔

اللہ تعالی کا خاص فضل وکرم ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو یہ موقع عنایت فرمایا کہ آپ تفقہ فی الدین حاصل کرنے کی غرض سے مختلف مدرسوں میں پہنچ چکے ہیں اور داخلے وغیرہ کی کاروائی میں مشغول ہیں۔آپ کا یہ طالب علم بھائی اس موقع پر آپ سب سے ترتیب وار کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔میری ان گزارشات کو آپ حضرات کوئی نصیحت یا وعظ وارشاد نہ سمجھیں بلکہ یہ خود میرے اور میرے متعدد ساتھیوں کے طالب علمانہ دور کی تعلیمات اور تجربات کا خلاصہ ہیں:

1- "تحصیل علم" کے لیے "تصحیح نیت" بہت اہم ہے۔ خوب غور کرلیں کہ ہم قرآن وحدیث کا یہ علم کس غرض سے حاصل کر رہے ہیں؟''ومن اراد الآخرۃ و سعی لھا سعیھا و ھو مومن فاولئک کان سعیھم مشکورا" آیت مبارکہ پر خوب غور وفکر کرکے معتبر تفاسیر میں اس آیت کی تفسیر پڑھ لیں۔

2- سخت محنت اور مجاہدے کے بغیر علم کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ سب سے پہلے مطالعہ پھر استاذ کے درس کو غور سے سننا اور اسے نوٹ کرنا اور پھر ساتھیوں کے ساتھ اس کا مذاکرہ وتکرار بہت اہم ہے۔پہلے دن سے ان تینوں کاموں کا اہتمام بالکل لازم سمجھیں۔

3- جہاں تک ممکن ہو اردو کی شروحات سے بچیں، ابتدائی درجوں میں تو ہرگز نہیں۔ بلکہ کوشش یہ ہو کہ عبارت حل ہو، حاشیہ سے مدد لیں۔آپ جتنا زیادہ محنت کر کے براہ راست کتاب کی عبارت حل کریں گے اتنا ہی فائدہ ہوگا۔عربی الفاظ کو عربی لغت کی مدد سے ہی حل کریں۔

4-نحو وصرف میں مہارت پیدا کر کے اعراب وغیرہ کی غلطی سے اپنے کو بچایا جاسکتا ہے، اور اس میں کمال پیدا کرنے کے لیے "عربی ادب" کا کثرت سے مطالعہ اپنے اساتذہ کرام کے مشورے اور ان کی نگرانی میں کرتے رہیں۔

5- اپنے اساتذہ کرام کا ادب و احترام نہایت ضروری ہے۔اساتذہ کرام کے تعلق سے اپنے دل ودماغ کو اور اپنی زبان و قلم کو بہت احتیاط کے ساتھ استعمال کریں۔ذرائع علم جتنے بھی ہیں ان سب کا لحاظ ضروری ہے۔

6- گناہوں اور معصیت کے ساتھ علم کا نور کبھی جمع نہیں ہوسکتا اور ایسا علم نہ اپنی ذات کو فائدہ دیتا ہے اور نہ دوسروں کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔اس لیے گناہوں سے اپنے کو بہت بچائیں خصوصاً آنکھ اور زبان کا استعمال بہت تقوی اور پرہیزگاری کے ساتھ ہو۔

7-تلاوت قرآن مجید، مسنون اذکار، ماثور دعائیں اور چند نوافل روزانہ کا معمول بنائیں۔ان اعمال سے دل منور ہوتا ہے، اور تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوتا ہے جو کہ ہر حال میں مطلوب ہے۔

8- بڑے والے موبائل اور سوشل میڈیا کا استعمال بلاشبہ تحصیل علم میں بہت بڑی رکاوٹ اور یکسوئی میں مُخِل ہے۔اس

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

لیے کوشش کریں کہ اس میں وقت ضائع ہی نہ ہو۔

9- علم میں عمق کے لیے نصاب کی کتابوں میں اچھی استعداد پیدا کرنا ضروری ہے، اور علم میں وسعت کے لیے خارجی مطالعہ شرط ہے۔ ان دونوں کے درمیان خوبصورت امتزاج پیدا کریں۔ افراط وتفریط سے ہر حال میں بچیں۔

10- خالی اوقات میں کوئی ایسا فن یا کوئی ایسی مہارت بھی حاصل کی جا سکتی ہے جسے تعلیم کے بعد اپنا ذریعہ معاش بنایا جا سکے۔ خصوصاً خالی اوقات میں انگریزی زبان یا کمپیوٹر وغیرہ کے کورس کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر اس کی وجہ سے تعلیم متاثر ہو تو یہ فکر کرنے کی بات ہے۔

11- آپ کو درسی کتابوں میں جس فن سے مناسبت ہو اس فن سے متعلق کتابوں اور اس کی عربی شروحات پر شروع سے ہی خاص توجہ دیں۔ اور اس فن کو سب سے زیادہ وقت دیں۔

12- پیغامات کی ترسیل اور دین کی تبلیغ کے لیے تقریر و تحریر میں کمال پیدا کرنا بھی اہم ہے۔ لہٰذا مدرسے کی طرف سے منعقد ہونے والے ثقافتی پروگراموں میں خوب ذوق وشوق سے شرکت کریں۔

13- اردو ادب کا معیاری ذوق بھی بہت اہم ہے۔ اپنے اساتذہ کرام کی نگرانی میں اس جانب بھی خاص توجہ دیں۔ معیاری اشعار اور نثری اقتباسات حفظ کر لیں۔

14- دوران طالب علمی سادگی، محنت اور جفاکشی کو اپنی پہچان بنائیں۔ اور تعیش، فضول خرچی اور غیر سنجیدگی کے امور سے اپنے کو بچائیں۔

15- صفائی ستھرائی، نظم وضبط، سلیقہ اور حسن انتظام یہ سب طالب علم کی صفات ہیں۔ ہر عمل میں ان چیزوں کا اظہار ہونا چاہیے۔ جو کھانا پینا میسر ہو شکر ادا کر کے خوشی کے ساتھ اس پر قناعت کریں۔

16- تکبیر اولیٰ کے ساتھ مسجد میں نماز پنج گانہ کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ نماز میں سستی اور کاہلی تو نفاق کی علامت ہے۔ اس لیے اس سے بہت بچیں۔ اپنا حلیہ، چہرہ اور لباس ایسا رکھیں جو واقعی قرآن وحدیث کے عالم کے شایان شان ہو۔

17- اگر آپ کے مدرسے میں کوئی صاحب نسبت استاذ ہیں اور ان کی اصلاحی مجلس منعقد ہوتی ہے تو بغرض استفادہ وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہیں۔

18- عالم اسلامی کے حالات سے ہمارے اونچے درجے کے طلبہ کو تو کم از کم ضرور واقف رہنا چاہیے۔ اسی طرح اسلامی اخوت کا آفاقی تصور بھی ان کے ذہنوں میں مستحضر رہے۔ علمی اختلافات کی حدود بھی واضح رہیں۔ اختلاف کا ادب بھی سیکھا جائے۔ یہ سب ہمارے لئے مکارم اخلاق کا حصہ ہیں۔

19- دوران طالب علمی کسی بھی دینی تحریک، تنظیم کے ایسے پرجوش اور اس میں منہمک ایسے داعی ومبلغ نہ بنیں جس سے آپ کی پڑھائی ذرا بھی متاثر ہو۔ یہ سارے کام تو بعد میں بھی ہو جائیں گے۔ مگر مدرسے کا یہ علمی ماحول دوبارہ میسر نہیں ہوگا۔ ہر طرح کی عصبیت اور گروہ بندی سے اپنے کو بچائیں۔

20- اپنے خود کے تعلیمی معیار پر برابر نظر رکھیں، اپنی صلاحیت واستعداد کو خود بھی جانچتے رہیں، اگر اضافہ محسوس ہو تو شکر ادا کر کے مزید محنت کریں اور اگر اضافہ محسوس نہ ہو تو بہت سنجیدگی کے ساتھ سرپرستوں اور اساتذہ کرام سے اس سلسلے میں مشورہ لیں اور یہ فکرمندی آخر آخر تک جاری رکھیں۔

دعائے مغفرت کی درخواست و ماتوفیقی الا باللہ علیہ

ہمارے ایک دینی دعوتی رفیق جناب قاری مقصود عالم صاحب، ساکن جانی بزرگ ضلع میرٹھ جواں سال بیٹے حافظ عبدالباسط کا مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا ہے۔ یہ جامعہ اکل کوا میں بی فارما کے طالب علم تھے، اور امتحان دینے کے لئے ٹرین سے جا رہے تھے، راستہ میں طبیعت خراب ہوئی، اور پھر جانبر نہ ہو سکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قارئین ارمغان سے خاص طور پر دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مطالعہ کے حوالے سے

35 رہنما نکات

الیکس ویکوسکی..... ترجمہ: نایاب حسن قاسمی

توکلت والیہ انیب

1) مطالعے کا سب سے مشکل حصہ اسے شروع کرنا ہے۔

2) بورنگ کتابوں کو چھوڑ کر شان دار کتابوں کے مطالعے کو ترجیح دیں۔

3) ایک کتاب کے مطالعے سے آپ کی زندگی نہیں بدل سکتی؛ لیکن روزانہ کا مطالعہ سب کچھ بدل سکتا ہے۔

4) نئی کتابیں کم پڑھیں، کلاسیکی کتابیں زیادہ پڑھیں۔

5) اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے پاس مطالعے کا وقت نہیں ہے، تو ذرا دیکھیں کہ آپ موبائل فون کے ساتھ چوبیس گھنٹے میں کتنا وقت گزارتے ہیں۔

6) آج کے زمانے میں ہر قسم کا پڑھنا مطالعہ ہی شمار کیا جاتا ہے... مطبوعہ کتابیں، ای بکس، اور آڈیو بکس میں سے جو آپ کو بہتر لگے، اس کا انتخاب کریں۔

7) مطالعے کے لیے آپ کو کتنی کتابیں ملتی ہیں یہ اہم نہیں ہے، کتنی کتابیں آپ حاصل کرتے ہیں، یہ اہم ہے۔

8) اپنے فون کو سائلنٹ موڈ پر رکھیں؛ بلکہ مطالعے سے پہلے اسے دوسرے کمرے میں چھوڑ دیں، ایسے میں کتاب میں آپ کا انہماک 10 گنا بڑھ جائے گا۔

9) اچھی کتابیں ایک بار پڑھیں، عظیم کتابیں مکرر پڑھیں اور عدیم النظیر کتابیں دوبارہ خریدیں۔

10) آپ پہلے قاری بن کر کتابیں پڑھنا شروع نہیں کر سکتے، کتابیں پڑھنا شروع کریں گے پھر قاری بنیں گے۔

11) کسی خاص کتاب کو نہ پڑھنا، سرے سے مطالعہ چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

12) اگر کسی کتاب نے آپ کی زندگی بدل دی ہے، تو ہر سال کم از کم ایک بار اسے پڑھنے کا عہد کریں۔

13) جن کتابوں کا مطالعہ پر لطف نہ ہو، انھیں واپس کر دیں، کسی کو ہدیہ کر دیں، کسی دوسری کتاب سے تبادلہ کر لیں۔

14) تیز رفتار مطالعے کا مطلب یہ ہے کہ آپ معمول سے دوگنی رفتار سے مطالعہ کریں؛ تاکہ پڑھی گئی کم سے کم آدھی چیزیں آپ کو یاد رہ جائیں۔

15) مطالعے کے لیے بہترین مقامات ہوائی جہاز، سمندر کا کنارہ اور پارک ہیں۔

16) ایک قاری کو اپنے لیے خود کتابیں منتخب کرنے کا ہنر سیکھنا چاہیے، نہ یہ کہ دوسرے مثلاً والدین اور اساتذہ اس کے لیے کتابوں کا انتخاب کریں۔

17) کسی کتاب کی تلخیص پڑھ کر یہ سوچنا کہ آپ نے پوری کتاب پڑھ اور سمجھ لی، ایسا ہی ہے جیسے کسی فلم کا ٹریلر دیکھ کر یہ سوچنا کہ آپ نے پوری فلم دیکھ اور سمجھ لی۔

18) سرعت مطالعہ کی ستم ظریفی یہ ہے کہ جس کتاب کو آپ تیزی سے پڑھ سکتے ہیں، وہ عموماً قابلِ مطالعہ ہی نہیں ہوتی۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بہترین کتابیں تیزی سے نہیں پڑھی جاسکتیں؛ کیونکہ وہ آپ کو ہر سطر پر ٹھہرنے اور سوچنے پر مجبور کرتی ہیں۔

19) مطالعے کا مقصد پڑھے ہوئے کو عملی زندگی میں برپا کرنا ہے، محض ذہن میں جمع کرنا نہیں۔ معلومات کو ذہن نشیں کرنے کی کوشش میں وقت ضائع کرنا بند کریں اور اس کے بجائے حاصل شدہ معلومات کو عملی طور پر برتنے کی کوشش کریں۔

20) اگر آپ اپنے کو مطالعے کا عادی بنانا چاہتے ہیں، تو ابتداءً ہر روز صرف 2 منٹ پڑھنے کا ہدف مقرر کریں۔ یہ اتنا معمولی ہدف ہے کہ اسے حاصل نہ کرسکنے کے لیے کوئی معقول عذر پیش کیا ہی نہیں جاسکتا۔

21) مطالعے کے بعد کتاب کا خلاصہ لکھنے والے کو محض اسے پڑھنے والے سے 10 گنا زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

22) اگر آپ کسی کتاب کے مطالعے کے بعد اپنے طرز عمل یا سوچ میں کوئی تبدیلی نہیں محسوس کرتے، تو یا تو کتاب بوگس تھی یا آپ نے اس سے کچھ نہیں سیکھا۔

23) آپ نے اگر کوئی کتاب خریدی ہے، تو فرض نہیں ہے کہ آپ اس کا مطالعہ بھی کریں۔

24) جو شخص سال میں سو سے زائد کتابیں پڑھتا ہے، تو یا تو تصنیف، تدریس، پوڈکاسٹنگ، تخلیق کے ذریعے اسے مطالعے کا صلہ ملتا ہے یا پھر وہ فکشن کا قاری ہے۔

25) کوئی آدمی ایک ہی کتاب کو دو بار نہیں پڑھتا؛ کیونکہ وہ پہلے والی کتاب نہیں رہتی اور وہ شخص پہلے والا قاری نہیں رہتا۔

26) کتابیں سرمایہ کاری ہیں، صرفہ نہیں۔ 10 ڈالر کی کتاب کے مطالعے سے آپ ایک لاکھ یا ایک کروڑ ڈالر کمانے کی راہ بھی پاسکتے ہیں (اس حوالے سے وارن بفیٹ کا مضمون The Intelligent Investor پڑھا جاسکتا ہے)

27) مطالعے کا ماحول مطالعے کی ترغیب سے زیادہ اہم ہے۔ لائبریری میں اوسط درجے کی کتاب کا مطالعہ راک کنسرٹ میں کسی بے مثال کتاب کے مطالعے کے بالمقابل زیادہ بہتر اور آسان ہے۔

28) جہاں بھی جائیں ایک کتاب اپنے ساتھ رکھیں، نہ معلوم کب اور کہاں آپ کو مطالعے کا وقت مل جائے۔

29) کسی کتاب کے مطالعے میں دل نہیں لگ رہا، تو کم از کم تین بار اسے پڑھنے کی کوشش کریں، تب بھی وہ آپ کا دل نہ جیت سکے، تو اسے ایک طرف رکھنے میں کوئی جھجھک محسوس نہ کریں

30) آج کل مطالعے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے فون میں کوئی ای بک یا آڈیو بک ڈاؤن لوڈ کرکے رکھیں؛ تاکہ اگر کسی وقت مطالعے کا جی چاہے اور آپ کے پاس کوئی مطبوعہ کتاب نہ ہو، تو ایک متبادل پاس موجود ہو۔

31) کسی مصنف/تخلیق کار کی سب سے زیادہ تعریف جو ہوسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ اسے دکھاسکیں کہ آپ نے اس کی کتاب کے مطالعے کے دوران اس میں کہیں کچھ لکھا ہے، کسی حصے کو ہائی لائٹ کیا ہے، کسی اقتباس کو جذب کیا ہے۔ اگر آپ اسے کتاب جوں کی توں دکھائیں گے، تو وہ سوچے گا کہ آپ نے اسے شاید پڑھا ہی نہیں۔

32) مختصر ضخامت کی کتابوں کے مطالعے میں زیادہ وقت صرف کریں، کہ بعض مختصر ترین کتابوں سے گہرے اسباق حاصل ہوتے ہیں۔

33) سدا بہار موضوعات پر سدا بہار کتابیں پڑھیں، جدید موضوعات پر نئی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

34) کتابیں زندگی کا سب سے اعلیٰ جگاڑ ہیں: دس ڈالر میں اور 10 گھنٹے یا اس سے بھی کم وقت میں آپ 10 سال کا علم و حکمت حاصل کرسکتے ہیں۔

35) (اگر آپ مطالعہ نہیں کرتے تو) آپ کے لیے مطالعہ شروع کرنے کا پہلا بہترین وقت 10 سال پہلے تھا اور دوسرا بہترین وقت آج ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

محمد سعد ادریس ولی اللہی

(مضمون نگار مشہور بلاگر ہیں، سوشل میڈیا پر کتابوں پر تبصرے، مطالعے کے حاصلات نشر کرتے رہتے ہیں)

تبدیلی مذہب کے مقدمہ کا کچھ احوال

تبدیلی مذہب کے مقدمہ میں ٹرائل کا سامنا کر رہے مشہور عالم دین مولانا کلیم صدیقی، عمر گوتم، حافظ ادریس قریشی وغیرہ کے مقدمہ میں الہ آباد ہائی کورٹ نے اے ٹی ایس کورٹ کے اسپیشل جج کو طلب کیا اور ان کی جانب سے لگاتار جانبدارانہ و مذہبی بنیاد پر بھید بھاؤ کئے جانے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے پھٹکار لگائی اور مذہب کی بنیاد پر وکیلوں کے درمیان امتیازی سلوک کرنے پر ڈانٹ لگائی اور غیر مشروط معافی کے ساتھ حلف نامہ داخل کرنے کا حکم دیا۔ ۱۹/جنوری ۲۰۲۴ء کو جمعہ کے دن مولانا کلیم صدیقی و حافظ ادریس قریشی کی جانب سے عدالت میں مقدمہ کی پیروی کر رہی وکیلوں کی ٹیم میں سے سینئر وکیل محمد عامر نقوی ایڈوکیٹ وایڈوکیٹ اسامہ ندوی نے جمعہ کی نماز پڑھنے کو لے کر مہلت مانگی تھی اس کے بعد گواہ سے جرح کرنے کی درخواست کی تھی، وکیلوں کے نماز کے لئے جانے کے بعد اسپیشل جج اے ٹی ایس نے ایک آرڈر پاس کرتے ہوئے کہا کہ مسلم وکلا کے نماز پڑھنے جانے سے عدالت کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے لہٰذا مسلم وکلاء کی جگہ پر ہندو وکیل متعین کئے جاتے ہیں، اس آرڈر کے بعد وکیلوں میں بڑی بے چینی اور ناراضگی پھیل گئی تھی کیونکہ عدالت نے تحریری طور پر مذہبی امتیازی سلوک کیا تھا۔ لکھنؤ کی مقامی بار، سینٹرل بار ایسوسی ایشن نے بھی اس کی مذمت کی تھی اور ضلع جج سے شکایت کی تھی لیکن اس آرڈر کے خلاف تبدیلی مذہب مقدمہ میں ملزم محمد ادریس الہ آباد ہائی کورٹ پہنچ گئے اور انہوں نے جج صاحب کے مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک کئے جانے کی شکایت کی جس پر ہائی کورٹ نے شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اسپیشل جج اے ٹی ایس کو طلب کیا اور ان کو مذہبی بنیاد پر بھید بھاؤ کرنے اور فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے پر سخت لہجے میں ڈانٹ لگائی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے غیر مشروط معافی کے ساتھ حلف نامہ فائل کرنے کے لئے دو دن کی مہلت دی ہے۔

اسپیشل جج اے ٹی ایس کی جانب سے مسلم وکیلوں کے تعلق سے امتیازی سلوک کئے جانے پر ہائی کورٹ نے کہا ہے کہ ٹرائل کورٹ نے جو آرڈر کیا تھا وہ آرٹیکل 15 (1) کی شرائط کے براہ راست خلاف ہے، ایک مخصوص آئینی ممانعت کی خلاف ورزی کے طور پر۔ ٹرائل کورٹ کے فاضل جج نے واضح طور پر صرف مذہب کی بنیاد پر ایک کمیونٹی کے ساتھ امتیازی سلوک کیا ہے۔

تاج محل کے بارے سپریم کورٹ نے مانگا جواب

تاج محل کو لے کر سپریم کورٹ نے ASI کی رائے مانگی ہے، اور مرکزی اور صوبائی حکومتوں سے جواب مانگا ہے۔

واضح ہو کہ اخباری رپورٹ سے حاصل معلومات کے مطابق سپریم کورٹ آف انڈیا نے پیر کو آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا (اے ایس آئی) سے تاج محل اور اس کے آس پاس کے تحفظ کے لئے تیار کئے گئے ویژن دستاویز اور پلان پر جواب طلب کیا ہے۔ جسٹس ابھے ایس اوکا اور جسٹس اجل بھوئیاں کی بنچ نے اتر پردیش حکومت کو ہدایت دی کہ وہ ویژن دستاویز کو ریکارڈ پر لائے، جسے اسکول آف پلاننگ اینڈ آرکی ٹیکچر (SPA) نے ریاستی حکومت کے ساتھ مل کر تیار کیا ہے۔ سپریم کورٹ کی بنچ ایک

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

سماعت کر رہی تھی جس میں تاج محل کے تحفظ اور تاج ٹریپیزیم زون کے تحفظ کے لیے درخواست کی گئی تھی۔

س: کیا حلال جانور کے پھیپھڑے کھائے جاسکتے ہیں؟

ج: شرعاً حلال جانور کے جن سات اعضاء کا کھانا ناجائز ہے ،پھیپھڑے ان میں شامل نہیں ہیں؛ لہٰذا حلال جانور کے پھیپھڑے کھانا جائز اور حلال ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:"**وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول فالذي يحرم أكله منه سبعة: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة لقوله عز شأنه:ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث. وهذه الأشياء السبعة مما تستخبثه الطباع السليمة فكانت محرمة .**(کتاب الذبائح والصیود، فصل فی بیان مایحرم اکلہ...،ج:5،ص:61)

س: اگر کوئی ناپاک شخص صرف نہالے، ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا بھول جائے، تو کیا وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہے؟ یا پھر سے غسل کرنا واجب ہوگا؟

ج: جو شخص غسل کے دوران کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا ہو تو یاد آنے پر اسے دوبارہ از سرِ نو غسل کرنے کی ضرورت نہیں، صرف کلی کر لینا اور ناک میں پانی ڈال لینا کافی ہوگا۔ غسل کے فرائض میں ترتیب یا پے درپے کی رعایت سنت ہے، فرض یا واجب نہیں ہے۔ اس لئے وضو کرتے ہوئے کلی کرلے اور ناک میں پانی ڈال لے تو بھی کافی ہے اور اب وہ نماز پڑھ سکتا ہے۔

وسنن الوضوء...والترتيب...والولاء...ومثله الغسل والتيمم (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، ۱: ۸۱۲-۶۴۲، ط:مکتبۃ زکریا دیوبند)

س: حالتِ احرام میں سگریٹ پی سکتے ہیں کیا؟ اس سے دم تو واجب نہیں ہوتا؟

ج: حالت احرام میں سگریٹ کا پینا کراہت سے خالی نہیں ہے؛ اس لیے کہ سگریٹ میں بُو پائی جاتی ہے اور اس سے لوگوں کو تکلیف بھی ہوتی ہے۔ البتہ احرام کی حالت میں سگریٹ پینے سے دم لازم نہیں ہوگا.

"**الطيب كل شيء له رائحة مستلذة ويعده العقلاء طيبا كذا في السراج الوهاج قال أصحابنا الأشياء التي تستعمل في البدن على ثلاثة أنواع، نوع هو طيب محض معد للتطيب به كالمسك والكافور والعنبر وغير ذلك تجب به الكفارة على أي وجه استعمل،حتى قالوا :لوداوى عينه بطيب تجب عليه الكفارة. ونوع ليس بطيب بنفسه ولا فيه معنى الطيب ولا يصير طيبا بوجهٍ ماكالشحم ،فسواء أكل أو دهن أو جعل في شقاق الرجل لا تجب الكفارة، ونوع ليس بطيب بنفسه ولكنه أصل للطيب يستعمل على وجه التطيب ويستعمل على وجه الدواء كالزيت والشيرج ويعتبر فيه الاستعمال فإن استعمل استعمال الأدهان في البدن يعطى له حكم الطيب، وإن استعمل في مأكول أو شقاق رجل لا يعطى له حكم الطيب كذا في البدائع ولا فرق في المنع بين بدنه، وإزاره وفراشه، كذا في فتح القدير فإذا استعمل الطيب فإن كان كثيرا فاحشا ففيه الدم، وإن كان قليلا ففيه الصدقة كذا في المحيط**" ہندیہ، کتاب ... الثامن فی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری صفحہ

گھر کی دیوار پر والد کے ہاتھ کے نشان

الجنایات، الفصل الأول فیما یجب بالتطیب والتد ہن، 1 / 241، ط: دار الفکر)

بڑے کرب کے ساتھ وہ اپنے والد صاحب کے انتہائی مجاہدے، جہد مسلسل اور مشقت کی داستان سناتے رہے اور روتے رہے، ان کے بچپن کی غربت اور چھوٹی عمر میں مزدوری کر کے اپنی جھوپڑی کو پکا اور وسیع مکان بنانے، شادی اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی اَن تھک جدوجہد کی داستان سناتے سناتے وہ حد درجہ ندامت بے قابو ہوتے ہوئے بتانے لگے، کہ زندگی کی انتھک جدوجہد سے والد صاحب کی کمر جھک گئی اور ابا جی بوڑھے ہو گئے تھے اور چلتے چلتے دیوار کا سہارا لیتے تھے۔ نتیجتاً دیواروں کا رنگ خراب ہونے لگ گیا، جہاں بھی وہ چھوتے تھے وہاں دیوار پر ان کی انگلیوں کے نشان چھپ جاتے تھے۔

میری بیوی کو پتہ چلا تو وہ گندی نظر آنے والی دیواروں کے بارے میں اکثر مجھ سے شکایت کرتی ایک دن سر میں درد ہو رہا تھا، ابا جی نے اپنے سر پر تیل کی مالش کی، تو چلتے ہوئے دیواروں پر تیل کے داغ بن گئے۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہ گھر میرے والد نے ہی ایک ایک روپیہ مشقت سے کما کر بنایا تھا پھر بھی دیوار پر انگلیوں کے نشان دیکھ کر میری بیوی چیخ اٹھی، اور میں نے بھی غصے میں اپنے والد کو ڈانٹ دیا اور ان سے بدتمیزی سے بات کی، انہیں مشورہ دیا کہ چلتے وقت دیواروں کو ہاتھ نہ لگائیں، وہ بہت غمگین نظر آئے۔ مجھے اپنے رویئے پر شرمندگی بھی محسوس ہوئی مگر ان سے کچھ نہ کہا۔

ابا جی نے چلتے ہوئے دیوار کو پکڑنا چھوڑ دیا، اور ایک دن وہ گر پڑے، ان کے کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ بستر سے جا لگے جو اُن کے لئے بستر مرگ بن گیا اور وہ کچھ ہی دنوں میں ہم سے رخصت ہو گئے۔ میں نے اپنے دل میں احساس جرم محسوس کیا اور میں ان تاثرات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا، اس کے فوراً بعد سے میں اپنے آپ کو ان کی موت کیلئے خود کو معاف نہیں کر پاتا ہوں۔

کچھ دنوں بعد ہمیں اپنے گھر کو پینٹ کروانا تھا، جب پینٹر آئے تو میرے بیٹے (جو اپنے دادا سے پیار کرتا تھا) نے مصوروں کو دادا کی انگلیوں کے نشان صاف کرنے اور ان علاقوں کو پینٹ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ پینٹر بہت اچھے اور جدت پسند تھے انہوں نے یقین دلایا کہ وہ میرے والد کے فنگر پرنٹس/ ہینڈ پرنٹس کو نہیں ہٹائیں گے، بلکہ ان نشانات کے گرد ایک خوبصورت دائرہ بنا کر ایک منفرد ڈیزائن بنائیں گے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا اور وہ پرنٹس ہمارے گھر کا حصہ بن گئے۔ ہمارے گھر آنے والے ہر فرد نے ہمارے منفرد ڈیزائن کی تعریف کی۔

وقت کے ساتھ ساتھ میں بھی بوڑھا ہو گیا، اب مجھے چلنے کے لیے دیوار کے سہارے کی ضرورت تھی۔ ایک دن مجھے یاد آئے اپنے والد سے میرے کہے ہوئے الفاظ، اور سہارے کے بغیر چلنے کی کوشش کی تاکید۔ میرے بیٹے نے یہ دیکھا تو فوراً میرے پاس آیا اور چلتے ہوئے دیواروں کا سہارا لینے کو کہا، اس خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہ میں سہارے کے بغیر گر سکتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا مجھے پکڑے ہوئے ہے، میری پوتی فوراً آ گئی اور پیار سے میرا ہاتھ اپنے کندھے پر رکھ کر سہارا دیا۔ میں خاموشی سے رونے لگا کہ اگر میں نے اپنے والد کے لیے بھی یہی کیا ہوتا تو وہ زیادہ دیر تک زندہ رہتے۔ میری پوتی نے مجھے صوفے پر بٹھایا، پھر اس نے مجھے دکھانے کے لیے اپنی ڈرائنگ بک نکالی، اس کی استانی نے اس کی ڈرائنگ کی تعریف کی تھی اور اس کو بہترین ریمارکس دیئے تھے۔ یہ خاکہ دیواروں پر میرے والد کے ہاتھ کے نشان کا تھا۔ اس کے ریمارکس تھے:" کاش ہر بچہ بڑوں سے اسی طرح پیار کرے"

میں اپنے کمرے میں واپس آیا اور اپنے والد سے معافی مانگتے ہوئے رونے لگا، جواب نہیں تھے۔

ہم بھی وقت کے ساتھ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ آیئے اپنے بڑوں کا خیال رکھیں اور اپنے بچوں کو بھی یہی سکھائیں، اپنے گھر والوں کو بھی بتائیں کہ یہ بزرگ اور ان کا وجود رحمت کا سائبان اور ان کی خدمت اور ادب کے صلہ میں نکلنے والی ان کی دعائیں بہت

مولانا محمّد کلیم صدیقی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371